عام طور پر ترتیب اچھی ہے، انتخاب بھی برا نہین، یہ ضرور ہے کہ ابھی اس سلسلہ مین مزید کاوش و محنت اور تلاش و جستجو کی ضرورت ہے، ہمارے خیال مین ایک بات کی سخت ضرورت تھی وہ یہ کہ قدمار کے کلام مین بہت سے ایسے الفاظ آتے ہین جو فصحا کے نزدیک متروک ہین مگر بعض اطراف ہند مین وہ ابتک زبان زد خاص و عام ہین، ایسے لفظون پر نوٹ دیکر حاشیہ مین اسکی تشریح کردینا چاہیئے تاکہ زبان آموز غلطی مین نہ پڑین، زبان کی صفائی اور اسکے معیار فصاحت کو بلند تر کرنے کے لئے اسکی سخت ضرورت ہے، ایک امر اور بھی ہے وہ یہ کہ بعض نومشق شعرا کے ہان بعض الفاظ غلط استعمال ہوگئے ہین، شاعر سے خط وکتابت کرکے یا نوٹ دیکر اسکی تصحیح کردینا چاہیئے تھی، مثلاً جناب نظم گیلانی کی نظم جام شہادت مین ترس جو برس کا ہموزن ہے، ترس (لبکون را) استعمال کیا گیا ہے، لکھائی چھپائی عمدہ، کاغذ سفید، ہر حصہ کے صفحے ۱۵۰ تقطیع چھوٹی قیمت ہر حصہ کی عہر، جناب مولف یا جناب مقتدیٰ خانصاحب شروانی، علیگڈھ سے طلب کیجئے۔

موؤدہ، مصنفہ جناب مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی، صفحے ۵۶، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۸ر، ملنے کا پتہ: مینجر کارخانہ صوفی آبجیات پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات۔

افسانہ نگاری کے لئے مولوی صاحب موصوف کا قلم ممتاز حیثیت رکھتا ہے، آپکے نام کے بعد مزید تعارف کی ضرورت نہین، یہ کتاب ایک معاشرتی افسانہ پر مشتمل ہے جسمین اس رسم قبیح کے نتائج دکھلائے گئے ہین کہ بعض نافہم اشخاص دولت وجائداد کی تقسیم کے خوف سے لڑکیون کی ہستی کو نفرت انگیز نگاہ سے دیکھتے ہین اور انکو محروم الارث کرنیکی تدبیرین اختیار کرتے ہین، حالانکہ شریعت اسلام نے اس جاہلانہ رسم کی بیخ کنی کردی تھی اور پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کے ساتھ عدل وانصاف کی بہترین تعلیم دی تھی، کتاب بہت دلچسپ اور قابل دید ہے،

مجلہ پنجم | ماہ ربیع الثانی ۳۸ھ مطابق مارچ ۲۰ء | عدد سوم

مضامین

جدید مطبوعات

رُوح الاجتماع، یعنی ڈاکٹر لی بان کی کتاب "جماعتہاے انسانی کے اصول نفسیہ" کا ترجمہ از مولانا محمد یونس انصاری فرنگی محلی، قیمت عار

"مینجر"

شذرات

مشرق کے غرور و مفاخرت کا آخری ملجا و ماوی جاپان ہے، ایشیا کے وسیع براعظم مین جب کبھی کسی قوم کو مغرب کے مقابلہ مین مشرق کی زندگی کا ثبوت دینا ہوتا ہے تو ہمیشہ جاپان کی مثال دیجاتی ہے، خود ہندوستان مین یورپ کے ادعاے فضیلت و تفوق کے ہر حملہ کو جاپان ہی کے سپر سے رد کیا جاتا ہے، اور ہر ایسے موقع پر ہماری زبانون پر بیساختہ ارض مشرق کی اسی خوش قسمت قوم کا نام آجاتا ہے، لیکن آخر جاپان بھی اسی مشرق کا ایک ٹکڑا ہے، اور اگر وہ ہم سب سے آگے بڑھ گیا ہے تو بہرحال اُسکے کچھ اسباب بھی ہونگے، اسباب کے استقصا اور ان پر تفصیلی گفتگو کا یہ محل نہین، یہان صرف ایک سبب کی جانب سرسری اشارہ کرنا ہے،

امریکہ کے ایک فاضل ڈاکٹر سنڈرلینڈ ہین، جنھون نے مدت دراز تک جاپان مین قیام کرکے چند سال ہوئے وہان کے حالات پر متعدد لکچر دیئے تھے، اور اب وہ مجموعہ ایک کتابی صورت مین "ترقی پذیر جاپان" کے عنوان سے انگریزی مین شایع ہوا ہے، اسمین ایک موقع پر وہ جاپانیون کے خصائل کے ضمن مین لکھتے ہین:-

یہان لوگون کا شوق مطالعہ اخبارات و رسائل تک محدود نہین، بلکہ یہ لوگ کتابون کے بھی بڑے شائق ہوتے ہین، اور کتابین بھی کیسی؟ محض ناول و افسانہ نہین بلکہ سنجیدہ

و باوقعت تصانیف، جرمن، فرنچ، اطالوی، روسی، اور انگریزی، زبانون کی بہترین تصانیف کے تراجم جس کثرت سے جاپانی زبان مین موجود ہین، انہین دیکھکر حیرت ہوتی ہے ہر دار المطالعہ اور ہر پبلک کتبخانہ مین اس قسم کا بہت کافی ذخیرہ موجود رہتا ہے پھر اسیقدر حیرت انگیز ان مستقل تصانیف کا بھی شمار ہے جو خود جاپانی مصنفین کے قلم سے ہر علم و فن سے متعلق برابر نکلتی رہتی ہین"

سنتے ہین کہ کسی زمانہ مین مسلمانون مین بھی شوق مطالعہ عام تھا، اور ابن رشد، وابن سینا، رازی و فارابی، اسی قوم مین پیدا ہوئے تھے، جنکا علمی انہماک، جنکا ذوق کتب بینی، اور جنکا شوق مطالعہ آج تک ضرب المثل ہے، لیکن موجودہ مسلمانون کو اس طرف متوجہ ہونے کی مطلق ضرورت نہین، ان کے فخر و مباہات اور جذبۂ خود پسندی کی تسکین کے لئے یہ کافی ہے کہ اُن کے بعض نامور اسلاف اس فرض کفایہ کو ادا کرکے آیندہ نسلون کو اس بار سے ہمیشہ کے لئے سبکدوش کر گئے ہین، دنیا مین نالائق اخلاف اپنی بے کمالی کے داغ کو ہمیشہ اپنے بلند پایہ اسلاف کے کمالات کے دامن مین چُھپاتے رہتے ہین، مسلمان اس کلیہ سے کیون مستثنیٰ ہونے لگے؟

جہالت جب تک محض جہالت ہے، قابل علاج ہے، لیکن جب یہ جہل مرکب کی صورت اختیار کر لیتی ہے، یعنی انسان کو اپنی جہالت کا بھی احساس نہین رہجاتا، اسوقت یہ مرض تقریباً لاعلاج ہوجاتا ہے، معارف کے پچھلے نمبرون مین قوم کی واقفیت و اطلاع کے لئے زندہ معاصر و ہمسایہ اقوام کے جو کارنامے پیش ہوتے رہے ہین، انکی بابت بعض بزرگان قوم کا جنکی ہمدردی و خلوص نیت ہر قسم کے شک و اشتباہ سے بالاتر ہے، ارشاد ہے کہ ایسی چیزون کی اشاعت سے قوم کے قواے حیات مین ضعف و اضمحلال پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہے، ممکن ہے کہ قوم کے بیشتر

حصہ کی بھی یہی راے ہو، لیکن ان بزرگان قوم کی خدمت مین بہ ادب واجب عرض ہو کہ اسلاف پرستی تعلی، وخودستائی کی داستان کو دہراتے ہوے اب تو ایک قرن سے زاید ہو چکا، اور آج بھی ایوان قومیت کے ہر در و دیوار سے اسی کی صداے بازگشت آرہی ہے، لیکن ابتک قوم کے قواے عمل مین کچھ بھی تحریک پیدا ہوئی ہے؟ علامہ شبلی مرحوم سے بڑھکر مسلمانون کی عظمت کہن کا افسانہ گو اس دور مین اور کون ہوا ہے، لیکن سالہاسال کے تجربہ کے بعد انہین بھی اپنی راے مین ترمیم کرنا پڑی، چنانچہ الندوہ کی آخری جلدون مین قدم قدم پر حسرت ویاس کے جلوے نظر آتے ہین، اصل یہ ہے کہ خوشامد پسندی، افراد کے مقابلہ مین کہین زیادہ اقوام کے حق مین مضر بلکہ مہلک ہے، اسی نے آج قوم کو اسقدر ذکی الحس بنا رکھا ہے کہ اپنے متعلق نکتہ چینی کی برداشت تو کیا، اپنے ذکی الحس ہونے کا ذکر بھی نہین سن سکتی، مرزا نے اسی موقع کے لئے کہا ہے۔ ؎

شکوہ کے نام سے بیمہر خفا ہوتا ہے
یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیئے تو گلا ہوتا ہے

مغرب کی علمی فیاضیون اور تعلیمی زرپاشیون کا ذکر کرتے کرتے ہم اکتا گئے، لیکن خود مغرب ان چیزون سے نہین اکتاتا، اس سلسلہ مین تازہ ترین خبر امریکہ سے یہ آئی ہے کہ مشہور ارب پتی راک فیلر نے امریکہ کے ایجوکیشن بورڈ (مجلس تعلیم) کو ڈیڑھ کرور پونڈ (½۲۲ کرور روپیہ) کا عطیہ دیا ہے! اخبارات کا بیان ہے کہ راک فیلر کے عطایا کی مجموعی میزان ۱۰ کرور ۳۰ لاکھ پونڈ (ایک ارب ½۵۴ کرور روپیہ) تک پہنچ چکی ہے،

عباسیہ وتیموریہ کے ہم مذہبون کو اگر استخوان فروشی سے فرصت ہو تو کبھی کبھی ان واقعات حاضرہ پر بھی نظر کر لیا کرین،

فرنچ اکاڈمی (پیرس) نے حال مین اعلان کیا ہے کہ جو شخص اس سال مین کسی دوسرے سیارہ کے باشندون سے نامہ و پیام کا طریقہ دریافت کر دے، اسے ایک لاکھ فرینک (فرانس کا ایک سکہ) انعام ملیگا، اہل فرانس کی ہمت وفکر کی یہ بلند پروازی و آسمان پیمائی بے شبہہ قابل داد ہے لیکن اگر یہی رقم روے زمین پر امن وسکون قائم رکھنے کی کوشش مین صرف کیجاتی تو تمام دنیا اور یورپ کے حق مین اس سے کہین زیادہ مفید ہوتا۔

یورپ کی ہمت وقوت اختراع کے امتحان کا اصلی وقت وہ ہوگا، جب کرۂ ارض اور اس نو دریافت سیارہ کے باشندون کے درمیان سلسلۂ جنگ چھڑیگا، اور آسمان و زمین کی درمیانی فضا، عرش نشین وخاک نشین فریقین کی آتشباریون اور جہانسوزیون کی تماشاگاہ بنی ہوگی، حیرت، اور حیرت سے زیادہ عبرت کا مقام ہے کہ جن دماغون کی پرواز فکر کے لئے فضاے ارض ناکافی ہے، اور جنکی بلندہمتی کا جوش سقف فلک سے ٹکرا رہا ہے، وہ اتنی بات پر قادر نہین کہ روے زمین پر نہ سہی، یورپ ہی مین، یورپ بھر مین نہ سہی، اسکی کسی ایک سلطنت مین، سلطنت بھر مین نہ سہی، اسکے کسی بڑے صوبہ مین، امن وسکون کی حکومت قائم رکھ سکین، گلستان کا ترجمہ یورپ کی متعدد زبانون مین ہو چکا ہے، کیا ابتک محقق شیراز کا یہ مشہور شعر فرنچ اکاڈمی کے فاضل ارکان کی نظر سے نہین گذرا؟

تو کار زمین را نکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

اخبارات مین یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ امریکہ مین نہایت عظیم الشان پیمانہ پر لاکھون بلکہ

کروڑون روپیہ کے تخمینہ مصارف کے ساتھ ایک انجمن انسداد مے نوشی قائم ہوئی ہے جس نے اپنی عملی زندگی کا یہ نصب العین رکھا ہے کہ دنیا مین شراب کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہنے پائے، مغرب کی زرپرستی کو دیکھتے ہوے یہ باور کرنا تو محال ہے کہ اس سے شراب کی تجارت قطعاً مسدود ہوجائیگی، تاہم اس مقصد مین جس حد تک بھی کامیابی ہو، امریکہ کا یہ عزم وولولہ بہرصورت قابل داد وستحق ستائش ہے لیکن غور کرو کہ امریکہ کا مذہب مسیحی ہے، جسکے ہان مے نوشی حرام نہین، اقتصادی حیثیت سے دیکھو تو امریکہ کے لاکھون افراد کا ذریعہ معاش اسی کا کاروبار ہے، تمدنی حیثیت سے نظر کرو تو مغربی تہذیب ومعاشرت کا آب ورنگ تمامتر یہی بنت العنب ہے، اخلاقی پہلو کو لو، تو مغرب کے نظام اخلاق مین بادہ نوشی کوئی معمولی معصیت بھی نہین، غرض امریکہ کو انسداد میکشی پر متوجہ ہونے کی مذہبی، اخلاقی، تمدنی، اقتصادی، کسی وجہ سے کوئی وجہ نہین ہوسکتی تھی، بااین ہمہ وہ بکمال اہتمام وحوصلہ مندی اسپر کمربستہ ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ اسکے مقابلہ مین اس قوم کا طرز عمل کیا ہے جسکی الہامی کتاب مین اسے "عمل الشیطان" سے تعبیر کیا گیا ہے اور جسکے ائمہ شریعت نے اسے "ام الخبائث" کا لقب دیا ہے ؟

برٹش انڈیا کے مسلمان ہی نہین، بلکہ اسلامی ریاستون، رامپور، بھوپال، وحیدرآباد، اور اس سے بڑھکر اسلامی ممالک، ٹرکی، مصر، عراق، ایران، شام، عرب، اور سب سے بڑھکر خاص ارض حرم کے مدعیان حمایت اسلام، صداقت ودیانت کے ساتھ اسکا جواب دین !

سیلون کے ایک مایۂ ناز فرزند، ڈاکٹر اے، کے، کمارسوامی، جو یورپ مین اعلی ترین تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدت ہوئی کہ وہین متوطن ہوگئے، کچھ عرصہ سے بوسٹن (امریکہ) کے دارالعجائب فنون لطیفہ کے شعبہ متعلق بہ ہندوستان کے مہتمم ہین، اور یورپ وامریکہ مین مشرقی علوم وفنون کے ایک متبحر ومستند عالم تسلیم کئے جاتے ہین، حال مین انھون نے امریکہ کے مشہور ترین دارالعلوم ہارورڈ یونیورسٹی

کے سامنے یونیورسٹی مذکور کی دعوت پر ہندوستانی علوم وفنون سے متعلق متعدد لکچر دیئے، ان لکچرون کا سلسلہ ۱۹۔ نومبر سے لیکر آخر فروری تک جاری رہا، اور عنوانات ذیل پر انھون نے لکچر دیئے،

(۱) رگ وید، اُپنشد، ویدانت، اور یوگ۔

(۲) بودہ مذہب اور جین مذہب،

(۳) وشنو اور شیو کی مذہبی حیثیت،

(۴) ڈراما، موسیقی، رقاصی، اور منظومات رزمیہ،

(۵) صناعی اور ذات، صناعون کا اصل مرتبہ،

(۶) بودھون کا فن سنگ تراشی،

(۷) برہمنون کا فن سنگ تراشی،

(۸) بودھون اور جینیون کا فن نقاشی،

(۹) راجپوتون اور مغلون کا فن نقاشی،

(۱۰) فن تعمیر۔

مقالات

مسئلہ خلافت

پر

قرآن مجید واحادیث نبوی کی تصریحات

(۲)

(۲) صحاح کی صحیح و محفوظ روایتین "ما اقاموا الدین" یا "ما حکموا فعدلوا" وغیرہ الفاظ کے ساتھ مشروط ہین جس کے معنی یہ ہین کہ جب تک قریش مین خلافت کی اہلیت وصلاحیت باقی رہے گی وہ اسپر قابض رہینگے جیسا کہ علامہ ابن حجر اسکی تائید مین لکھتے ہین۔

قلت ولا یلزم من عدم انکارھم صحۃ انکارہ　　مین کہتا ہون لوگون کے سکوت سے حضرت معاویہ کے انکار قول عبداللہ بن عمرو

لہ اس حدیث کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت معاویہ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوے تھے کسی نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمرو حدیث بیان کرتے ہین کہ آیندہ زمانہ مین خلافت قریش سے نکلکر ایک قحطانی کے ہاتھ مین چلی جائیگی۔ یہ سنکر حضرت معاویہ غضبناک ہوے اور کہا۔

فانہ بلغنی ان رجالا منکم یحدثون احادیث لیست فی کتاب اللہ ولا تو ثر عن رسول اللہ صلعم واولئک جہالکم فایاکم والامانی التی تضل اھلھا فانی سمعت رسول اللہ صلعم یقول ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا کبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین صحیح بخاری

مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ ایسی باتین بیان کرتے ہین جو نہ تو قرآن مجید مین ہین اور نہ احادیث نبوی مین یہ لوگ جاہل ہین تم ان خیالات سے بچو جن سے لوگ گمراہ ہوتے ہین۔ مین نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوے سنا۔ امارت قریش مین ہوگی جو اس بارہ مین جھگڑا کریگا خدا اسے ذلیل کریگا۔ جب تک قریش دین کو قائم رکھین۔

تمام لوگ حضرت معاویہ کی تقریر سنکر چپ ہو رہے کسی نے اپر اعتراض نہین کیا جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید تمام لوگ حضرت معاویہ کی اس روایت سے متفق تھے علامہ ابن حجر نے اس عبارت میں اسی شبہ کو صاف اور اصل حقیقت کو واضح کیا ہے اور سمین ابن التین کے قول سے اپنی تائید حاصل کی ہے۔

معاویۃ ماذکرہ عبداللہ بن عمرو فقد قال ابن التین الذی انکرہ معاویۃ فی حدیثہ ما یقویہ لقولہ "ما اقاموا الدین" فربما کان فیھم من لا یقیمہ فیتسلط القحطانی علیہ وھو کلام مستقیم

(خلافت غیر قریش) کی صحت نہین ثابت ہوسکتی۔ ابن التین نے کہا کہ معاویہ نے جسکا انکار کیا اسکو اصل حدیث کا آخری ٹکڑہ "ما اقاموا الدین" ثابت کرہا ہے کیونکہ اس قید سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قریش مین ایسے خلفا ہونگے جو دین کو قائم رکھین تو بے شبہ انپر ایک قحطانی (غیر قریش) مسلط ہوجائیگا اور اسسے خدا کی یہ نعمت (خلافت) چھین جائیگی اور یہ بالکل صحیح ہے۔

(۳) الائمۃ من قریش کے لفظ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق کی جو روایت بیان کیجاتی ہے وہ روایت منقطع ہے چنانچہ ابن حجر لکھتے ہین۔

لہ حضرۃ ابو بکر کی یہ روایت صحیحین مین نہین مسند احمد بن حنبل مین ہے، لیکن اگر اسکو صحیح تسلیم کیا جاے تو سخت تعجب ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین آپ نے اس سے کیون استدلال نہین کیا۔ وہان جس امر پر اختلاف رفع ہوا وہ قریشیت نہین بلکہ حضرت ابو بکر کی فضیلت تھی۔ مسند احمد کی مرویات ابی بکر صدیق مین ایک روایت آئی ہے جسکے الفاظ یہ ہین۔

قریش ولاۃ ھذا الامر فبر الناس تبع لبرھم وفاجرھم تبع لفاجرھم

قریش امارت کے والی ہین اچھے لوگ انکے اچھون کے تابع ہین اور برے لوگ انکے برون کے۔

اس روایت کا ماحصل بھی بجز اسکے اور کچھ نہین کہ آئین قریش کی قدیم ریاست وسطوت کا تذکرہ مقصود ہے اسکو بسطح امر وحکم کے معنی مین نہین لیا جاسکتا۔ اور درحقیقت واقعہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے منتخب کنز العمال لہ مین اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جسکو حاکم وبیہقی نے بھی لیا ہے

عن علی کان ھذا الامر فی حمیر فنزعہ اللہ منھم وجعلہ فی قریش وسیعود الیھم۔

امارت حمیر مین تھی، اللہ تعالی نے ان سے چھین کر قریش کو دیا اور پھر عنقریب انہین لوٹ جائیگی۔

کیا اس سے محض بیان واقعہ کے سوا اور کچھ بھی مقصود ہوسکتا ہے؟ یہی حال الائمۃ من قریش کا بھی ہے اس سے زیادہ کچھ نہین واللہ اعلم بالصواب

لہ برحاشیہ مسند احمد بن حنبل جلد دوم مطبوعہ مصر

ومن حدیث ابی بکر الصدیق بلفظ الائمة من قریش، رجاله رجال الصحیح ولکن فی سنده انقطاع

الائمہ من قریش کے لفظ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق سے جو روایت ہے، اگرچہ اسکے رجال، رجال صحیح نظر آتے ہین لیکن اسکی سند مین انقطاع ہے۔

اصل یہ ہے کہ خلافت کے لیے محض قریشی ہونا کوئی چیز نہین۔ اصلی سوال دوسرے لوازم وضروریات کا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر قریشی وغیر قریشی دعویدار خلافت دوسرے شرائط کے لحاظ سے بالکل برابر ہون تو ایسی صورت مین قرشیت بے شبہہ سبب ترجیح بن سکتی ہے۔

درحقیقت جیسا کہ اس سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب کا قول نقل کیا جا چکا ہے کہ خلیفہ کے لیے صاحب عقل وبصیرت، مدبر ومعاملہ فہم اور آزاد وبا اختیار ہونا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ نیز اسکی ذاتی وجاہت وخصوصیت کے علاوہ اسکو ایسی قوم وجماعت سے بھی ہونا چاہیے جسکی شرافت وریاست مسلم ہو اور عام لوگو نین اسکا شرف واقتدار قائم ہو عقلاً ونقلاً یہی شرائط ولوازم صحیح معلوم ہوتے ہین کیونکہ ان کے بغیر وہ حقوق وفرائض خلافت کسی طرح ادا نہین کرسکتا۔ آغاز اسلام سے اسوقت تک کی تاریخ کا مطالعہ کرو، وہ بھی ہمارے خیال کی تائید کرتی ہے خلفاء اربعہ کے بعد بنو امیہ وان کے بعد بنو عباس جنھون نے انھی شرائط ولوازم کی مدد سے خلافت حاصل کی۔ اور تمام دنیاے اسلام مین انکی خلافت مسلم قرار پائی دولت عباسیہ کی کمزوری کے زمانہ مین، فاطمی سلاطین مصر خلافت کے دعویدار ہوے اور عالم اسلامی کے ایک بڑے حصہ اور عرب نے انکی خلافت کو تسلیم کیا۔ بنو عباس کے ذریعہ سے جسطرح ترکونکو خلافت ملی کیا اسمین انکے عام اقتدار واثر، قوت وشوکت اور تدبر وسیاست کو دخل نہین ہے؟

بعض سطحی النظر اشخاص نے اس اتفاقی واقعہ سے کہ آج تک غیر قریشی سلاطین اسلام مین سے ترکون کے سوا کسی نے بھی خلافت کا دعویٰ نہین کیا یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قریش کے سوا کسی کا دعوی خلافت صحیح نہین اس لیے کسی غیر قریشی نے بھی ایسا کرنے کی جرأت نہین کی اور اسطرح وہ بزعم خود الائمة من قریش کے دعوے کو تاریخی

حیثیت سے بھی تقویت پہونچاتے ہین۔

لیکن یہ سراسر ایک مغالطہ ہے۔ ترکونکو خلافت بنو عباس سے ملی ہے۔ گو جس فتح سے ترکونکو یہ منصب نصیب ہوا وہ عباسیون کے مقابلہ مین نہ تھی مصری سلاطین کے مقابلہ مین تھی لیکن اسوقت تک خلافت اسلامی کا تعلق عباسیون ہی سے تھا۔ عباسیون کی حکومت مٹ گئی تھی لیکن انکی عربیت اور رسول اللہ صلعم کی ہم نسبی کا یہ اثر باقی تھا کہ وہ خلیفة الاسلام کہلاتے تھے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہین۔ پھول مرجھاتے ہی خس وخاشاک نہین ہوجاتا۔ انکا جو اثر واقتدار تھا وہ رفتہ رفتہ کچھ دنون کے بعد فنا ہوا۔

ترکونکے اس عروج کے بعد سے آج تک تمام عالم اسلامی مین کوئی انکا مقابل وہمسر نہین اٹھا، انکی قوت وشوکت سب سے بڑھی ہوئی تھی، عالم اسلامی کا اکثر حصہ اور تمام اماکن مقدسہ اسلامیہ انکے زیر نگین تھے، ان حالات مین کوئی دوسرا حکمران اسلام کس برتے پر مدعی خلافت ہوتا۔ کیا سلاطین ہند دہلی وآگرہ کی شرافت پر خلافت کا دعوے کرتے؟ کیا سلاطین ایران شیراز واصفہان کی بنیاد پر خلافت اسلامی کا دعوی کرتے کیا الجزائر اور ٹیونس کی محدود وبے اثر ریاستین خلافت اسلامی کا علم بلند کرتین۔

حقیقت یہ ہے کہ ترکون کے سوا کسی اور قوم کے حالات ایسے نہ تھے کہ وہ خلافت کا استحقاق رکھتی ہو، انھون نے اسلام کی اشاعت وحفاظت کے لیے جو کوششین کی ہین ہم انکو یہان بیان کرنا نہین چاہتے لیکن یہ ضرور کہینگے کہ یہ انکے مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ آج تک خلافت اسلامی انمین باقی ہے۔ گو ایک طویل زمانہ تک شافعی اور مالکی انکی خلافت کو تسلیم نہ کرتے تھے لیکن آخر مین وہ سب بھی انکی خلافت کو تسلیم کرنے لگے اور آج بے خوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ سلطان المعظم متفق علیہ خلیفة المسلمین ہین۔

ہم عرب کی شرافت کے منکر نہین لیکن انکے فہم وتدبر اور سیاسی اہمیت وعظمت کو بھی کسیطرح تسلیم نہین کرسکتے۔ عرب جب سے گرے پھر وہ اٹھ نہ سکے۔ وہ عرب سے نکلے۔ ساری دنیا مین انھون نے تمدن کو پھیلایا لیکن خود بہت جلد اپنی قدیم غیر متمدن حالت کی طرف لوٹ گئے۔ اور آج غالباً اس خیال مین

تمام دنیا ہمارے ساتھ ہے۔

انعقاد خلافت

اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اسلام نے نصب خلیفہ کی کیا کیا صورتین متعین کی ہین۔ اس بارہ مین جہانتک معلوم ہے قرآن مجید مین کوئی صریح حکم نہین۔ اجمالی طور پر ایک جگہ ہے۔

وامرھم شوریٰ بینھم — انکے کام باہمی مشورہ سے ہوتے ہین

بعض مفسرین یہان امر کو حکومت کے معنی مین لیتے ہین اور کہتے ہین کہ یہی آیت اسلامی جمہوریت کا سنگ بنیاد ہے۔ اس تخصیص مین کوئی ہرج نہین۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن اسمین بھی کوئی مضائقہ نہین معلوم ہوتا کہ ہم امر کو خاص حکومت کے بجاے تمام اجتماعی و معاشرتی امور کے معنی مین لین اور یہ کہین کہ مسلمانون کے تمام اجتماعی کام جنکا تعلق ہر فرد قوم سے ہو باہمی مشورہ و تبادلہ خیالات سے طے ہونا چاہئین۔ بہرحال یہ تو ضرور ہے کہ خلافت اسلامی اہل اسلام کے باہمی مشورہ یا انکی رضامندی سے بے نیاز نہین رہ سکتی۔

احادیث نبوی مین بھی اسکا کوئی خاص متعین طریقہ نہین بتایا گیا البتہ اطاعت حکام و امرا کی احادیث مین ضمناً اسکی بھی تعلیم دیگئی ہے کہ جماعت کثیر کا جو فیصلہ ہو ہر شخص کو اسکے آگے گردن ڈالدینا چاہیے اور اسکی مخالف صورت مین آخرت کی سخت وعیدین سنائی گئی ہین بعض احادیث مین یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے ساتھ ہے۔

ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ لامحالہ ہم صحابہ کرام کے عمل اور علماے امت کی راے سے اسکی صورتین متعین کرینگے۔ اب دیکھو رسول اللہ صلعم کے بعد خلافت کا سوال اٹھا اور صحابہ کرام مین اختلافات پیدا ہوے تاریخ اسلام مین سقیفہ بنی ساعدہ کی تاریخی مجلس وامرھم شوریٰ بینھم کا ایک عملی مظہر تھی انصار و مہاجرین اپنی شاندار خدمات اسلامی کے باعث نبی صلعم کی خلافت کا خیال پیدا کر سکتے تھے چنانچہ

وہان سخت مباحثہ پیش آیا، طرفین سے اپنے فضائل و مناقب کی بنا پر استحقاق خلافت کی دلیلین پیش کیجانے لگین۔ بالآخر حضرت ابوبکر صدیق پر تمام لوگونکا اتفاق ہوا۔ ایک صورت تو انعقاد خلافت کی یہ ہوئی کہ تمام ارباب حل و عقد، علماے و رؤساے قوم نے حضرۃ ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خود خلیفہ اپنی وفات کے وقت کسی کی خلافت کے لیے وصیت کر جاے اس صورت مین وصیت کرنے والے کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ جسکی نسبت وہ وصیت کر رہا ہے ایسا با اثر و اقتدار شخص ہو جسپر تمام لوگونکا اتفاق ہو سکے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ خلیفہ چند لوگون کے نام پیش کر دے کہ وہ لوگ اپنی جماعت مین سے جس کسی کو چاہین خلیفہ اسلام منتخب کر لین۔ اس صورت مین نامزد شدہ لوگونکو اتنا با اثر و اقتدار اور صائب الراے ہونا چاہیے کہ انکے فیصلہ پر تمام مسلمان متفق ہون اور عام طور پر انکی راے سے اختلاف نہ کیا جاے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ کوئی با اثر، صاحب قوت و اقتدار، مدبر و معاملہ فہم از خود تخت خلافت پر قابض ہو جاے اور پھر ارباب حل و عقد، علما و رؤساے قوم اسکی بیعت کر لین۔ ایسے شخص کی بھی خلافت صحیح ہوگی شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین لکھتے ہین۔

وینعقد الخلافۃ بوجوہ، ببیعۃ اہل الحل والعقد من العلماء والرؤساء وامراء الاجناد ممن یکون لہ رای و نصیحۃ للمسلمین کما انعقدت خلافۃ ابی بکر رض وبان یوصی الخلیفۃ الناس بہ کما انعقدت خلافۃ عمر رض او یجعل شوریٰ بین قوم کما

خلافت چند طریقون سے منعقد ہوتی ہے۔ ارباب حل و عقد، علما، و رؤسا، اور سرداران لشکر جو صاحب راے اور بہی خواہ اسلام ہون انکی بیعت سے جیسے حضرت ابوبکر کی خلافت۔ یا یہ کہ خلیفہ سابق وصیت کر جاے جیسے حضرت عمر کی خلافت، یا یہ کہ خلافت چند لوگون کے مشورہ کے سپرد کر دیجاے کہ وہ اپنے

کان عند انعقاد خلافة عثمانؓ بل علیؓ ایضًا، او استیلاء رجل جامع للشروط علی الناس وتسلط علیھم کسائر الخلفاء بعد خلافة النبوة۔

مین سے جسکو چاہین منتخب کرین جیسے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت۔ یا یہ کہ کسی ایسے شخص کا غلبہ و تسلط جسمین خلافت کی ضروری شرطین پائی جاتی ہون جیسے خلافت نبوی کے بعد تمام دوسرے خلفاء کی خلافت۔

خلفاے اربعہ کے بعد جو خلفا ہوے اونکی خلافت پر صرف یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اوسکے انعقاد کی صورت خلفاے راشدین سے مختلف تھی، یعنی اونکو جمہور اہل اسلام نے یہ منصب نہین دیا بلکہ وہ خود شخصی طور پر خلیفہ بنگئے، جو صحابہ کے طرز عمل کے بالکل مخالف تھی، لیکن شاہ صاحب کی عبارت کے اخیر ٹکڑے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی انعقاد خلافت کی ایک صورت ہے، اور جو شخص اس طریقہ سے خلیفہ ہوا اوسکی خلافت سے انکار نہین کیا جاسکتا، حضرت عمر بن عبدالعزیز جو ہمہ تن مذہب تھے وہ بھی اسی طریقہ سے خلیفہ مقرر ہوے تھے، حقیقت یہ ہے کہ جب قرآن و حدیث مین انعقاد خلافت کی کوئی صورت متعین نہین کی گئی تو مسلمانون کا طرز عمل ہی اسکا فیصلہ کرسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ خود خلفاے راشدین کے زمانہ مین اسکے مختلف طریقے اختیار کیے گئے اور اون پر کسی نے اعتراض نہین کیا۔ اس بناپر بنوامیہ، بنوعباس، فاطمی سلاطین مصر اور ترک سب کے سب خلفاے اسلام ہین، اور ہر حال مین اونکی اطاعت کرنا اور اونکے ساتھ عقیدت رکھنا مسلمانون کا فرض ہے۔

خلافت کے حقوق و فرائض

آغاز مضمون مین اجمالا یہ بتایا جاچکا ہے کہ خلافت کے فرائض مین مسلمانون کے ان تمام شعبہ ہاے زندگی کا انتظام و انصرام داخل ہے جنکی باگ خود رسول اللہ صلعم کے ہاتھ مین تھی اگر اس مسئلہ کی پوری تفصیل و تشریح کیجاے تو اسقدر پھیل جائیگی کہ مستقل رسالہ بنجائیگا لیکن یہان نہ اسقدر تفصیل کی ضرورت ہے اور نہ ہم اسکو مناسب سمجھتے ہین۔ تاہم کسیقدر تشریح ناگزیر ہے ورنہ اصل مسئلہ کا ایک ضروری رخ دھندلا

رہ جائے گا۔

اس بارہ مین قرآن مجید کی حسب ذیل آیت بنیادی حکم ہے۔

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰة وآتوا الزکوٰة وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبة الامور۔

وہ لوگ جنکو ہم زمین پر متمکن کردین، وہ نماز کو قائم کرینگے زکوٰة دینگے، نیکی کا حکم کرینگے بدی سے روکین گے اور ہر کام کا انجام صرف خدا کے لیے ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب، اخلاق اور سیاست یہ تمام چیزین خلافت کے دائرہ اقتدار مین داخل ہین اور دنیا جانتی ہے کہ خلافت راشدہ کے مبارک عہد مین جو درحقیقت اسلامی خلافت کاملہ کا زمانہ تھا یہ تمام چیزین عملا خلفا کے زیر اثر رہین۔ اسکی حاجت نہین کہ ہم اس موقع پر اس عہد کے واقعات کی تفصیلی داستان چھیڑین کیونکہ ان واقعات کا بیشتر حصہ قومی و مذہبی روایات کی حیثیت سے آج بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ البتہ اجمالاً یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام کی اشاعت، اوامر و احکام کا انفاذ، مساجد کی آبادی، ملک مین امن قائم رکھنا، خراج، عشر، زکوٰة اور جزیہ وصول کرنا، اسلامی ممالک کی دشمنون کے حملہ سے مدافعت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت وغیرہ یہ تمام فرائض خلیفة الاسلام سے متعلق ہین۔ ہم یہان انہین سے صرف اماکن مقدسہ کے مسئلہ کو کسیقدر تفصیل سے بیان کرینگے۔

مسئلہ اماکن مقدسہ

اسلام مین مذہبًا جو مقامات مقدس سمجھے جاتے ہین وہ دو قسم کے ہین ایک تو اسکی عام مسجدین جہان مسلمان رات اور دن مین پانچ وقت نماز ادا کرتے ہین انکا تعلق کسی خاص ملک و مقام سے نہین بلکہ مسلمان جہان کہین بھی ہین اور اونکی مسجدین ہین وہ سب محترم و مقدس ہین۔ دوسرے وہ قطعات ارض اور مخصوص مقامات جنکے تقدس کی طرف کلام مجید اور احادیث نبوی مین اشارات موجود ہین۔

ہم اس موقع پر صرف اسی دوسری قسم کے اماکن و مقامات سے بحث کرتے ہین۔

جزیرۃ العرب

اس سلسلہ مین سب سے پہلی چیز تو جزیرۃ العرب ہے جسکے متعلق رسول اللہ صلعم نے اپنی وفات کے چند گھنٹے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مشرکونکو جزیرۃ العرب سے نکالدو۔ حضرت ابن عباس کی ایک طویل روایت کے آخری الفاظ یہ ہین۔

واوصی عند موتہ بثلاث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب، واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم ونسیت الثالثۃ۔ (بخاری کتاب الجہاد)

رسول اللہ صلعم نے وفات کے وقت تین وصیتین فرمائین مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکالدو، وفود کی میری طرح خاطر ومدارات کرو، راوی کہتاہے اور مین تیسری چیز کو بھولگیا۔

ابوداؤد مین ایک روایت حضرت جابرؓ سے ہے۔

جابر بن عبد اللہ یقول اخبرنی عمر بن الخطاب انہ سمع رسول اللہ صلعم یقول لاخرجن الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب فلا اترک فیھا الا مسلما (باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب)

جابر کہتے ہین عمر بن الخطابؓ نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوے سنا ہم یہود و نصاری کو جزیرۃ العرب سے نکالدینگے اور آمین صرف مسلمان رہینگے۔

مسلم مین بھی یہی روایت کیقدر تغیر الفاظ کے ساتھ ہے۔

عمر بن الخطاب انہ سمع رسول اللہ صلعم یقول لاخرجن الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب حتی لا ادع الا مسلما (کتاب الجہاد والسیر)

حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوے سنا ہم یہود و نصاری کو جزیرۃ العرب سے نکالدینگے یہانتک کہ آمین صرف مسلمان ہی رہینگے۔

یہ اسی وصیت نبوی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے زمام خلافت اپنے ہاتھون مین لیتے ہی اسکے پوری کرنے کا مصمم قصد کیا۔ اور اسی بنا پر آپ نے نصاری خیبر کو جلا وطنی کا حکم دیا۔ یہان پر

دوسری باتون سے پہلے اسکی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ جزیرۃ العرب کی تحدید از روے روایات و جغرافیہ عرب کیجائے۔

صاحب سنن ابی داؤد مذکورہ بالا حدیث کے آخر مین لکھتے ہین۔

قال سعید یعنی ابن عبد العزیز جزیرۃ العرب مابین وادی القری الی اقصی الیمن الی تخوم العراق

ابن عبد العزیز نے کہا جزیرۃ العرب وادی قری، انتہاے یمن اور حدود عراق کے مابین ہے۔

امام بخاری مذکورہ بالا حدیث کے آخر مین لکھتے ہین۔

قال ابو عبد اللہ قال ابو یعقوب بن محمد سألت المغیرۃ بن عبد الرحمن عن جزیرۃ العرب فقال مکۃ، والمدینۃ والیمامۃ، والیمن

ابو یعقوب نے کہا مین نے جزیرہ العرب کے متعلق مغیرہ سے پوچھا، انھون نے کہا مکہ، مدینہ، یمامہ، یمن۔

یہ سب اقطاع عرب کے مشہور مقام اور مرکزی شہرون کے نام ہین، اس کا اور پہلے بیان کا ماحصل ایک ہی ہے، عرب کے مورخین و اہل لغت بھی قریب قریب یہی لکھتے ہین۔ ابن کلبی لکھتا ہے۔

جزیرۃ العرب من اقصی عدن الی ریف العراق فی الطول واما فی العرض فمن جدۃ وما والاھا من ساحل البحر الی طرف الشام وتبوک من الحجاز

عدن سے عراق تک طول مین اور جدہ مع اس کے بحری قرب و جوار کے شام تک عرض مین جزیرۃ العرب ہے۔ تبوک حجاز مین داخل ہے۔

قاموس مین لکھاہے۔

ما احاط بہ بحر الھند والشام دجلۃ والفرات او ما بین جدۃ الی اطراف الشام طولا ومن جدۃ الی ریف العراق عرضا

جسکو بحر ہند، شام اور دجلہ و فرات احاطہ کیے ہوے ہے جزیرۃ العرب ہے یا یون سمجھو کہ جدہ سے اطراف شام تک طولا اور جدہ سے عراق تک عرضا جو زمین ہے وہ جزیرۃ العرب ہے

جزیرۃ العرب کے جو ساحلی مقامات ہین ان سے اسکی قدرتی تحدید ہوجاتی ہے مثلاً مغرب مین بحر احمر، جنوب مین بحر ہند لیکن جو حدود غیر متعین ہین وہ مشرقی و شمالی ہین۔ گذشتہ بیان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حدود شام و عراق سے متصل جو حصہ زمین ہے وہ داخل عرب ہے۔ لیکن اس اجمالی بیان سے صحیح طور پر حدود نہین متعین ہو سکتے اور اس زمانہ کے صحیح حدود کا متعین کرنا کسیقدر دشوار بھی ہے۔ تاہم چند ایسی چیزین ہین جس سے عرب کے آخری حدود کا پتہ چلتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد جب تدین عرب کے جھگڑے کو حضرت ابوبکر چکا چکے تو فتوحات کی طرف توجہ ہوئی اور شام و عراق دونون جانب لشکر روانہ کرنا شروع کیے گئے۔ ہم پہلے اسی لشکر کے نشان راہ سے عرب کے حدود کو بتانا چاہتے ہین۔

مختلف اسباب کی بنا پر عراق مین عرب قدیم زمانہ سے آباد ہونے لگے تھے۔ قبیلہ معد بن عدنان کی بہت سی نسلین وہان آباد تھین اور رفتہ رفتہ وہان ایک عربی ریاست کی بنیاد پڑگئی تھی جس کا دار السلطنت حیرہ تھا اس ریاست کے وجود نے ان علاقون کو عرب کا ایک ٹکڑہ بنا دیا تھا۔ قبائل عرب جو یہان آباد تھے انکی آبادی قادسیہ، حیرہ سے دجلہ و فرات کے کنارون تک بادیہ شام سے متصل پھیلی ہوئی تھی۔ جہان تک یہ آبادی تھی وہی عرب کی آخری سرحد تھی گویا یہ آبادی عرب اور عراق کا موقع اتصال تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب کے ایک فرمان سے اسکا صاف ثبوت ملتا ہے۔ یہ فرمان سعد بن ابی وقاص کے نام تھا۔

شراف سے آگے بڑھکر قادسیہ[۲] مین مقام کرو اور اس طرح مورچے جماؤ کہ سامنے عجم کی زمین اور پشت پر عرب کے پہاڑ ہون تاکہ فتح ہو تو جہانتک چاہو بڑھتے جاؤ اور خدانخواستہ دوسری صورت پیش آ جائے تو ہٹ کر پہاڑون کی پناہ مین آسکو۔

ہم نے ان عربون کی آبادی دجلہ و فرات کے کنارون تک بتائی ہے اور اس بنا پر عرب کی سرحد کو

[۱] الفاروق حصہ اول صفحہ ۹۶ [۲] یہ کوفہ سے پینتیس میل پر ایک چھوٹا سا شہر تھا۔

اس سلسلہ آبادی کے خاتمہ پر قرار دیتے ہین عرب جغرافیہ و لغت نویسونکی رائے بھی اسی کی تائید کرتی ہے تینے صاحب قاموس و ابن الکلبی کا لفظ "ریف العراق" ابھی پڑھا ہے۔ ریف عربی زبان مین اس سرزمین کو کہتے ہین جو پانی سے قریب ہونیکے باعث تر و تازہ اور قابل زراعت ہو۔ دجلہ و فرات ہی کے قرب سے اس زمین کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے۔

فقہانے بھی جو تحدید ارض عرب کی کی ہے وہ یہی ہے چنانچہ ہدایہ باب العشر و الخراج مین لکھا ہے

ارض العرب کلہا ارض عشر وھی مابین العذیب الی اقصی حجر بالیمن و بمہرۃ الی حد الشام۔

ارض عرب سب کی سب ارض عشر ہے اور وہ عذیب سے انتہائے یمن اور مہرہ و حضر موت سے حدود شام تک ہے۔

عذیب قادسیہ سے متصل ایک وادی ہے جس سے گذرنیکے بعد جو پہلا مقام ملتا ہے وہ قادسیہ ہے۔ چنانچہ ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ مین مکہ سے بغداد لکھتا ہے

ثم نزلنا موضعا یعرف بالعذیب وھو واد مخصب علیہ عمارۃ وحولہ فلاۃ خصبۃ فیہا مسرح للبصر ثم نزلنا القادسیۃ

پھر ہم عذیب پہونچے، یہ ایک سرسبز وادی اور یہین کسیقدر آبادی بھی ہے جسکے چارون طرف سرسبز میدان ہے جسکو نگاہ کی سیرگاہ کہنی چاہیے، پھر ہم یہان سے قادسیہ پہونچے

فلسطین کی طرف سرحد عرب کی تعیین بھی ہم اسی طرح کر سکتے ہین۔ حضرت ابوبکر نے عمرو بن العاصی کو ایلہ کی راہ سے فلسطین پر حملہ کرنے کی لیے روانہ کیا موقع پر پہونچکر حضرت عمرو بن العاصی نے دشمن کی کثرت افواج و طاقت کی اطلاع دی، جسپر حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو عراق سے شام کی طرف متوجہ ہونیکا حکم دیا۔ اس سلسلہ مین علامہ بلاذری لکھتے ہین۔

قالوا اول وقعۃ کانت بین المسلمین و عدوھم بقریۃ من قری غزۃ یقال لہا داثن (فتوح البلدان)

لوگون نے کہا سب سے پہلی جنگ جو مسلمانون اور ان کے دشمنون مین واقع ہوئی وہ غزہ کے ایک گاؤن داثن نامی مین ہوئی

اگرچہ اس سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ داثن عرب اور فلسطین کی یقینی سرحد ہے تاہم یہ ضرور ہے کہ اسی سے متصل سرحد ہوگی کیونکہ ان علاقون پر عرب سے باہر مسلمانون کا یہ پہلا حملہ ہے دوسرے اہل فلسطین نے بھی حتی الامکان اپنے ملک کی آخری سرحد پر اسلامی فوجونکا مقابلہ کیا ہوگا۔

عرب کی طرف شام کی آخری جگہ کو ابن بطوطہ لکھتا ہے (یہ وہ موقع ہے کہ ابن بطوطہ شام کی سیاحت سے فارغ ہوکر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا ہے)

ثم رحلنا الی معان وھو اٰخر بلاد الشام	پھر ہم معآن کیطرف روانہ ہوے جو بلاد شام کا آخری مقام

ان سب کے آخر مین اب ہم جدید جغرافیانہ تحقیقات کو بھی لکھ دینا مناسب سمجھتے ہین۔ مصنفین انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا لکھتے ہین۔

عرب کی شمالی تحدید مشکل ہے، محققین العریش سے شروع کرتے ہین، شمال مین سرحد فلسطین درمیان بحر میت (ڈیڈسی) و خلیج عقبہ ختم ہوکر شمال کی طرف شامی سرحد کے قریب تدمر پھر مشرقی جانب کنارہ فرات اور پھر شمالی و مشرقی دہانہ شط العرب، پھر خلیج فارس صحراے شام عرب مین داخل ہے ملخصاً ص ۲۵۴ ج ۲۔

جزیرۃ العرب کے احکام

چونکہ یہ اسلام کا مولد ومنشا اور اہل اسلام کی مذہبی سرزمین ہے جسکو غیر قومون کے اثر سے ہر طرح محفوظ رہنا چاہیے اسلیے یہان غیرونکے داخلہ کے لیے چند قیود و شرائط لگادیے گئے۔ اسمین بعض مقامات تو ایسے ہین جہان غیر مسلم کا داخلہ قطعاً ممنوع ہے مثلاً مکہ مکرمہ، اسکی بنیاد قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا	تمام مشرکین نجس و ناپاک ہین اسلیے وہ اس سال کے بعد سے مسجد حرام کے قریب نہون۔

[۱] ارض القرآن۔ مولانا سید سلیمان ندوی۔ ج اول۔

اس آیت مین اگرچہ صرف لفظ مسجد مذکور ہے مگر اس سے مراد تمام مکہ معظمہ ہے جیسا کہ ابن جریر کی روایت ہے۔

قال عطاء الحرم کلہ مسجد وقبلۃ قال فلا یقربوا المسجد لم یعن المسجد وحدہ انما عنی مکۃ والحرم۔	عطا نے کہا حرم تمامتر مسجد و قبلہ ہے آیت فلا یقربوا الخ مین محض مسجد مراد نہین بلکہ تمام مکہ و حرم مقصود ہے۔

اور یہ بالکل صحیح ہے ورنہ آگے یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی

ان خفتم عیلۃ[۱] فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ	اگر تم فقر و فاقہ سے ڈرتے ہو تو خدا عنقریب اپنے فضل سے تمکو غنی کردیگا۔

مدینہ طیبہ، یہان داخل تو ہوسکتے ہین لیکن تین راتون سے زیادہ قیام نہین کرسکتے

عن اسلم[۲] ان عمر بن الخطاب ضرب للیھود والنصاری والمجوس بالمدینۃ اقامۃ ثلاث لیال یتسوقون بھا ویقضون حوائجھم ولا یقیم احد منھم فوق ثلاث لیال (رواہ عبد الرزاق فی الجامع)	اسلم سے مروی ہے حضرت عمر بن الخطاب نے یہود نصاری اور مجوس کو مدینہ مین تین رات تک ٹھہرنیکی اجازت دی کہ وہ بازاری کاروبار اور اپنی ضروریات پوری کرلین۔ لیکن انمین سے کوئی اس سے زیادہ وہان اقامت نہین کرسکتا۔

بقیہ عرب مین کفار داخل ہوسکتے ہین وہ اپنے تجارتی مشاغل جاری رکھ سکتے ہین لیکن وہان توطن اختیار نہین کرسکتے۔ اسی بنا پر حضرۃ عمرؓ نے یہود خیبر کو جلاوطن کیا تھا۔

[۱] اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین کے لیے جب منع دخول حرم کی آیت نازل ہوئی تو بعض مسلمانون کو خیال ہوا کہ جب مشرکین (جو بذریعہ تجارت یہان آتے تھے) داخل نہو سکینگے تو ہمارا کاروبار کیونکر چلیگا۔ ابن جریر

[۲] منتخب کنز العمال برحاشیہ احمد بن حنبل مطبوعہ مصر۔

عن ابن شھاب قال قال رسول اللہ صلعم لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب ففحص عمر بن الخطاب عن ذلک حتی اتاہ الثلج والیقین ان رسول اللہ صلعم قال لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب فاجلی یھود خیبر۔

ابن شہاب سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے جزیرۃ العرب مین دو دین جمع نہین ہو سکتے حضرت عمر نے پہلے اسکی تصدیق و توثیق چاہی کہ ایسا رسول اللہ صلعم نے فرمایا یا نہین جب آپکو اسکا پورا یقین آگیا کہ آپ نے یہ فرمایا تو یہود خیبر کو جلا وطن کردیا۔

(فتوح البلدان ذکر خیبر)

نصاری نجران (واقع یمن) کو بھی آپ نے اسی بنا پر جلا وطن کیا۔

عن عمر بن عبد العزیز ان رسول اللہ صلعم قال فی مرضہ لا یبقین دینان فی ارض العرب فلما استخلف عمر بن الخطاب اجلی اھل نجران الی النجرانیۃ (العراق) واشتری عقارا تھم و اموالھم (فتوح البلدان ذکر نجران)

حضرت عمر بن عبد العزیز سے مروی ہے رسول اللہ صلعم نے بیماری کی حالت مین فرمایا عرب مین دو دین نہ باقی رہین پھر جب حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ ہوے تو آپ نے اہل نجران کو عراق کی طرف جلا وطن کردیا اور ان کی جائداد و مال کو بقیمت خرید لیا۔

ارض سینا، فلسطین، شام اور عراق

خاص جزیرۃ العرب کے علاوہ حوالی عرب کے مذکورہ بالا مقامات بھی اماکن مقدسہ مین داخل ہین۔ شام و فلسطین کا جو علاقہ ہے وہ تمام انبیار سابقین کا مولد و منشا ہے اسلیے اسلام نے اسکو مقدس متبرک اور معراج نبوی کی پہلی منزل قرار دیا۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حولہ لنریہ من آیاتنا (القرآن الحکیم)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات مین مسجد حرام سے مسجد اقصی (شام) کی طرف جسکے حوالی کو برکت دی ہے لیگئی تاکہ اسکو اپنی نشانیان دکھائے۔

ایک حدیث مین اس مسجد کی فضیلت آئی ہے اور رسول اللہ صلعم نے اسکو اپنی مسجد (مسجد نبوی مدینہ) اور مسجد حرام (مکہ) کے برابر رتبہ دیا ہے

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلعم قال لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام، ومسجد الرسول ومسجد الاقصی (بخاری شریف)

ابو ہریرہ سے مروی ہے فرمایا نبی صلعم نے تین مسجدون کے سوا کسی اور مسجد کے لیے نہ سفر کرو مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی،

اسکے علاوہ یہ مسجد ایک مدت تک مسلمانونکا قبلہ رہی ہے اور وہ اسکی طرف متوجہ ہوکر نماز پڑھتے رہے ہین۔ نیز کیا یہ نسبت کم ہے کہ وہ سرزمین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دار الہجرۃ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح علیہ السلام کا مولد و منشا ہے۔

ارض سینا کا تقدس اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے اسکو اپنی تجلیات کے لیے مخصوص کیا اور ایک جلیل القدر پیغمبر (حضرت موسی علیہ السلام) کو اسکے ادب و احترام کا حکم دیا۔

یاموسی انک بالواد المقدس طوی فاخلع نعلیک

اے موسی تم وادی مقدس (طوی) مین ہو جوتہ اتار دو

اسی سرزمین مین وہ مقدس کوہ طور بھی واقع ہے جہان حضرت موسی علیہ السلام کو تورات کے احکام عشرہ بصورت الواح ملے تھے اور اسکی اسی خصوصیت کی بنا پر حضرۃ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہان گئے اور آپ نے اسپر نماز پڑھی ہے۔

عراق کا تذکرہ اگرچہ قرآن مجید مین نہین ہے لیکن یہ سرزمین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مولد و منشا ہے اور آپکی مقدس زندگی کے متعدد واقعات جنمین سے بعض کی طرف کلام مجید مین بھی اشارات موجود ہین اسی سرزمین مین پیش آئے ہین۔ اسکے علاوہ اس سرزمین مین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدس مزار بھی واقع ہین۔ نجف اشرف اور کربلاے معلی بھی یہین واقع ہے جو مسلمانونکے ایک بڑے فرقہ کی قابل احترام و متبرک زیارت گاہ ہے۔ شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت

سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کا جسد خاکی بھی یہین مدفون ہے۔

ان مذہبی خصوصیات کے علاوہ عراق وشام کو مسلمانونکی تاریخی وقومی روایات کی حیثیت سے بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔شام مین دمشق عربی تمدن کا گہوارہ ہے اس علاقہ مین اسلام کے سیکڑون مشاہیر علما، وفضلا، ائمہ وصلحا نیز صحابہ کرام اور بالخصوص اہلبیت کی قبرین ہین۔اسکا چپہ چپہ اسلامی یادگارون سے بھرا ہوا ہے۔عباسی خلافت کا نشو ونما عراق ہی مین ہوا چند صدی تک اسلامی خلافت کا مرکز اسی خطہ کا مشہور شہر بغداد رہا۔بصرہ اور کوفہ حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ دوم کے آباد کیے ہوے شہر ہین اور ان مین مسلمانونکی خالص آبادی ہے اس علاقہ مین قدم قدم پر اسلام کے نامور فرزند علما وصلحا، صحابہ کرام اور بزرگان دین کے آثار ومقابر ملینگے۔ان اسباب سے ان علاقون کے ساتھ مسلمانون کو ایک خاص وابستگی ہے جسکو مذہبی وقومی دونون حیثیتین حاصل ہین۔

حقیقت یہ ہے کہ ان مقامات پر کسی غیر مسلم کا قبضہ اسلام اور مسلمانون کے زاد بوم پر قبضہ ہے جسکے بعد اسلام کا دنیا مین کوئی وطن نہوگا۔اور اس حالت کا نتیجہ جو کچھ بھی ہوگا وہ یہودیت کی تاریخ سے ظاہر ہے۔جب یہودیونکا وطن ان کے قبضہ سے نکلا تو ساتھہی انکی قومیت کا شیرازہ بھی بکھر گیا اور انکے دفتر قومیت کا ایک ایک ورق اسطرح پراگندہ ہوگیا کہ پھر آج تک منتظم نہو سکا۔شارع اسلام علیہ الصلوۃ والسلام نے شاید انہی خطرات کو ملحوظ رکھکر ان مقامات کی حفاظت وصیانت کا حکم دیا۔اور کسی حال مین بھی انپر غیر مسلم قبضہ کو جائز نہین رکھا۔پھر ایک مسلمان کیونکر گوارا کرسکتا ہے کہ ایک ایسا مقدس مقام جو انکے پیغمبر کے معراج کی پہلی منزل ہے جو فتح ایوبی کے شاندار واقعات کی زندہ یادگار ہے ایک ایسا مقدس مقام جو انکے پیغمبر کی تمام کامیابیون کا اصلی گہوارہ اور انکی آخری خوابگاہ ہے۔ایک ایسا مقدس

مقام جسکے آگے وہ دن مین پانچ مرتبہ سر نیاز خم کرتے ہین اور سال مین ایک بار وہ تمام مسلمانون کے نعرۂ توحید سے گونج اٹھتا ہے، ایک ایسا مقدس مقام جہان انکے پیغمبر کے نواسہ کا مقبرہ خاندان رسالت کی یادکو ہمیشہ کے لیے تازہ رکھتا ہے ان قومون کے ہاتھ مین چلا جاے جو اسکو اپنے دنیوی فوائد کا مرغزار بنالین۔کیا یہ مذہب کی کیا یہ تاریخ کی کیا یہ قومیت کی حقیقت کا انقلاب نہین ہے؟ اگر ہے توجبکہ دنیا ان مادی انقلابات سے جو اس جنگ نے برپا کردیے چیخ اٹھی ہے۔مسلمانونکو بھی حق حاصل ہے کہ ان مذہبی مقامات کی حفاظت کے لیے جسقدر ممکن ہو چیخین، چلائین اور شور مچائین۔

ان مذہبی تصریحات کے علاوہ اس سلسلہ مین ابھی اور بہت سی باتین ہین جو کہی جاسکتی ہین لیکن انکو

بردار توان گفت بہ منبر نتوان گفت

(ابو الحسنات ندوی)

عیسائی مذہب کی تمدنی ناکامیان

(تمدنی ترقی کا راز)

اس زمانہ[لہ] مین ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا ہے، جو موجودہ دورِ تنزل مین صرف علم اخلاق کی اعانت کا خواستگار ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ مقصد صرف اس طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے کہ انسان کو ناکامیون مین ضبط و برداشت کی تعلیم دیجائے، اور اُسکے دل مین غیرون کی محبت پیدا کیجائے، اسکے نزدیک انسان کی موجودہ حالت، اجتماعی اور سیاسی موثرات کا نتیجہ نہین، بلکہ اسکا اصلی مبدء، مذہب اور اخلاق ہے، اس بنا پر اس حالت مین تغیر و انقلاب کا کامیاب ذریعہ صرف یہ ہے کہ ہر شخص اپنے آپکو بدل کر نئے سرے سے پیدا ہو، یہ اُن کا قول ہے اور یوحنا کی انجیل بھی یہی کہتی ہے کہ "آدمی اس اصلاحی دروازے مین اسی وقت داخل ہو سکتا ہے، جب وہ اپنی ذات کی محبت چھوڑ دے، اور تعلیمات ماثورہ کے آگے سربسجود ہوجائے"،

بہرحال یہ لوگ اصلاحِ انسانی کے لئے گذشتہ صلحار و اتقیار کے زمانہ کو دوبارہ واپس بلانا چاہتے ہین اور کہتے ہین کہ ابتک ہمارے درمیان اس قسم کے اشخاص موجود ہین لیکن آبِ زلال کی یہ نہرین بنجر زمینون مین بیکار بہ رہی ہین، اور بہت کم لوگ ان سے سیراب ہوتے ہین، لیکن ان نہرون کی حفاظت کرنی چاہیئے اور اُنکی تعداد بڑہانی چاہیئے۔

لیکن باین ہمہ وہ کسی جدید مذہب کی ایجاد یا قدیم گروہ کے علاوہ کسی جدید گروہ کی تولید سے برارت ظاہر کرتے ہین، اور بآواز بلند کہتے ہین کہ کسی جدید روحانی بندرگاہ کی تعمیر مقصود نہین ہے بلکہ

[لہ] ملتقط از سر تقدم الانگلیز

مقصد یہ ہے کہ موجودہ بندرگاہون مین بکثرت نہرین نکالی جائین تاکہ وہ پانی سے لبریز ہوجائین" اور درحقیقت وہ کوئی نیا مذہب ایجاد کرنا نہین چاہتے، بلکہ مذہبی حیثیت سے مادیین کا مقابلہ کرنا چاہتے ہین اسلئے وہ اگرچہ مسیحی مذہب کے اعوان و انصار کو بہت زیادہ محبوب رکھتے ہین تاہم ہر اس شخص کو دعوت دیتے ہین جسکو موجودہ اخلاقی اور مادی زندگی سے تکلیف محسوس ہوتی ہے تاکہ وہ ان لوگون کے ذریعہ سے ایک ایسی جماعت قائم کرسکین جسکی بنیاد ایثار، قربانی، نفس کشی، اور ترک محبت ذات، اور محبت غیر پر مبنی ہو، لیکن کیا ذاتی قربانی اور محبتِ غیر ہی وہ چیز ہے جسکو وہ "اخلاقی موثر"، کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین؟ اور وہی انسان کی منزلت کو بلند کر سکتا ہے؟ اور اسی کے ذریعہ سے مطلوبہ نظام اجتماعی قائم کیا جاسکتا ہے؟ مرکز بحث صرف یہی نقطہ ہے، اور مین علانیہ اُنکی مخالفت کرتا ہون اور کہتا ہون کہ "اخلاقی موثر"، کے نتائج کتنے ہی شاندار ہون، لیکن وہ اجتماعی ضروریات کو نہین پورا کرسکتے، لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مین ان لوگون مین ہون جو تمام مذاہب سے الگ ہوگئے ہین بلکہ مین ایک مذہب کا پابند ہون، میرا ایک خاص گرجا ہے، جسکی طرف مین رجوع کرتا ہون، اس بنا پر میرا یہ خیال مذہبی بغض و عداوت کا نتیجہ نہین بلکہ صرف علمی تحقیقات نے مجھکو اس نتیجہ تک پہنچایا ہے،

اس مسئلہ پر بحث کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ یہ لوگ مستقبل مین چاہتے ہین اسکا قیاس ماضی پر کیا جائے، گذشتہ زمانہ مین بہت سے صلحار ایسے پیدا ہوئے ہین جنکی نسبت لوگون نے بالکل صحیح طور پر یہ اعتقاد قائم کیا تہا کہ وہ تہذیب اخلاق مین حد اعجاز تک پہنچ گئے تہے، اور اُنھون نے ذاتی قربانی، اور محبتِ غیر کی بہترین مثالین قائم کی تہین، میرے خیال مین یہی مبارک زمانہ دوبارہ واپس آجائے اور اسی قسم کے برگزیدہ لوگ پیدا ہونے لگین تو ہمارے مخالفین کے نزدیک نوعِ انسان کی اصلاح بالکل یقینی ہوجائے، لیکن ہمکو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ اس زمانہ مین اس سے کیا نتیجہ پیدا ہوا

اس مین شبہہ نہین کہ اس زمانہ سے زیادہ کسی زمانہ مین اولیا، نہین پیدا ہوئے، اور اس زمانہ سے زیادہ کسی زمانہ مین انسان نے اخلاقی ترقی نہین کی، لیکن با این ہمہ انسان اس زمانہ سے زیادہ گہرے قعر مذلت مین کبھی نہ گرا ہوگا، یہی زمانہ ہے جسمین قیاصرہ کی سلطنت یعنی وہ سلطنت جسکو دنیا کی بدترین سلطنت کہا جا سکتا ہے، جو ظلم وجور کی ایجاد واختراع مین تمام سلطنتون سے گوے سبقت لیگئی تھی، جس نے انسان کو ایسی ذلت، اہانت اور بدبختی مین مبتلا کردیا تہا جسکی نظیر بہت کم ملسکتی ہے قائم تھی، قس سلیقان کہتا ہے کہ اس سلطنت کے مظالم کی مثال ہمکو صرف رومانیون کی سلطنت مین مل سکتی ہے، بلکہ جو رومانی وحشی قومون مین رہتے ہین وہ بھی انکو برداشت نہین کرسکتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے بہت سے بہائیون نے ہجرت کر کے وحشی قومون مین رہنا پسند کیا اور جو لوگ کثرت اہل وعیال یا کثرت اثاثہ کی وجہ سے ہجرت نہ کرسکے، اُنھون نے امرا، کے دامن مین پناہ لی، لیکن ان امرا، نے انکو ظالمون سے نجات نہین دلائی بلکہ اُنکی بدبختی مین اور اضافہ کردیا۔

یہ بدبختی نہایت قدیم زمانہ سے چلی آتی تھی، چنانچہ لاکتانس نے اسپر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ زمین کی پیمائش اس طرح کیگئی کہ اُسکا ایک ایک ذرہ ناپ لیا گیا، انگورون کی بیلین اور درختون کے تنون کی فہرست مرتب کیگئی، ہر قسم کے جانور درج رجسٹر کئے گئے، اور کوئی ذی روح حساب کرنے والون کی نگاہ سے اوجہل نہ رہ سکا، تمام اطراف سے لوگ شہرون مین جمع کئے گئے، اور غلامون کے قافلے ادہر اُدہر گشت لگانے لگے، اور ہر جگہ اور ہر طرف سے کوڑون کی آوازین سنائی دینی لگین، لوگون سے مجبوراً اس زمین کی مالگذاری لیگئی، جو اُنکے قبضہ مین نہ تہی، یہانتک کہ مریض یہانتک کہ اپاہج، یہانتک کہ مردے تک درج رجسٹر کئے گئے، اور اُن پر جزیہ لگایا گیا، یعنی اُنکے بدلے زندہ لوگون سے جزیہ کی رقم وصول کیگئی،

یہ مظالم خاموشی کے ساتھ برداشت بھی نہین کئے گئے بلکہ ہزارون پادری، ہزارون رہبان،

اور ہزارون اولیاء، مظلومون کی اعانت کے لئے کھڑے ہوئے، اور ظالمون کے خلاف آوازین بلند کین اور لوگون کو وعظ وپند کے ذریعہ سے ٹھیک راستہ اختیار کرنیکی ہدایت کی، لیکن انحطاط وتنزل روز بروز ترقی کرتے گئے، کہنے سننے سے کچھ کام نہین نکلا، تعلیم وتلقین ناکامیاب رہی، اور ہلاکت وبربادی نے ایک لمحہ کے لئے بھی دم نہین لیا،

اب وحشی قومین اُٹھین، اور باوجود وحشت کے، باوجود ارتکاب جرائم کے، اور باوجود اسکے کہ اُنھون نے اولیا وصلحا جیسے کام نہین کئے، اُن سے ایسے معجزات صادر ہوئے جن سے اولیاء کا یہ گروہ بالکل عاجز تہا، انہی وحشیون کے درمیان سے موجودہ قومین پیدا ہوئین جو گذشتہ قومون سے بالکل مخالف ہین، اور اخلاق اور اجتماعی حالات کے لحاظ سے اُنکا پایہ اُنسے بلند تر تہا۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان وحشی قومون کو اس اجتماعی انقلاب مین اِسلئے کامیابی ہوئی کہ اُنھون نے رومانی قوم مین اپنی سادگی پہیلائی تھی اور غربت وافلاس نے اُنکے اخلاق کو خراب ہونے سے بہت کچھ محفوظ رکہا تہا، لیکن یہ اعتراض اِسلئے صحیح نہین ہوسکتا کہ کل وحشی قومین ان ممالک مین نہین آئی ہین اور جو آئی ہین وہ بہت زیادہ مفلس اور بہت زیادہ سادہ زندگی بسر کرنے والی نہ تہین، اسکے علاوہ مین اُن وحشی قومون کی کامیابی کو اُنکی وحشت اور اُنکے جرائم کی طرف منسوب نہین کرسکتا، اس انقلاب کا اصلی سبب تو مین عنقریب بیان کرونگا، اسوقت صرف اسقدر کہنے پر اکتفا کرتا ہون کہ اُنھون نے وہ کام کیا جسکو دوسرے لوگ نہین کرسکے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے قالب مین ایک ایسی روح لیکر آئے تھے جو "اخلاقی موثر" سے زیادہ طاقتور تھی،

"اخلاقی موثر" کے ضعف کی دوسری مثال ہمکو آیرلینڈ مین ملتی ہے، یہ جزیرہ چہٹی صدی مین "جزیرۃ الاولیاء" کے نام سے موسوم اور عبادت گاہون اور گرجون سے معمور تہا، مسیحی مذہب کی اشاعت کے لئے جرمنی مین یہین سے مبلغین بہیجے گئے تھے، اور جمعیت اخلاق کو جسقدر اعوان و

انحصار کی ضرورت ہوتی تھی وہ یہین سے باآسانی مل سکتے تھے، کیونکہ یہان کے تمام لوگ اسی قسم کی زندگی بسر کرتے تھے، یہ ملک اُن اشخاص سے بھرا ہوا تھا جو تمام محاسنِ اخلاق سے متصف تھے، انکے اعتقاد کی بنیاد ریگ پر قائم نہ تھی بلکہ اُن کے عقاید نہایت مضبوط تھے، ان اسباب کی بنا پر اس اخلاقی زندگی کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ اس قوم کی اجتماعی حالت نہایت بہتر، نہایت مستحکم، اور نہایت دلخوش کن ہوتی، لیکن بدقسمتی سے تنزل و انحطاط کے سوا اسکا کچھ نتیجہ نہین نکلا، اور یہ تنزل عین اس زمانہ مین شروع ہوا جب یہ قوم ان محاسن اخلاق کی شدت کے ساتھ پابند تھی، لیکن با این ہمہ مین یہ نہین کہتا کہ اس قوم کا تنزل اسکی اخلاقی اور مذہبی ترقی کا نتیجہ تھا، کیونکہ اگر مین ایسا دعوی کرون تو اسی غلطی مین مبتلا ہو جاؤنگا، جسمین وہ لوگ مبتلا ہین، جو یہ کہتے ہین کہ قوم اور اخلاق کی حرکت مین وہی نسبت ہوتی ہے جو علت و معلول مین ہوتی ہے، مگر یہ ایک غلطی ہے اور مین اس سے بچنے کی کوشش کرونگا، اور اس موقع پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کرونگا کیونکہ میرے موضوع کا اصلی عنوان یہی ہے،

تیرہوین اور چودہوین صدی مین اخلاقی اور مذہبی حرکت اٹلی مین حد کمال کو پہنچگئی، اسی زمانہ مین بہت سے پیشوایان مذہبی پیدا ہوئے، اسی زمانہ مین فرنسیسکان اور کلاریس کے فرقے پیدا ہوئے جس نے دنیا کو اپنے عجز و فقر سے مبہوت کر دیا، اور یہ دونون وہ خوبیان ہین جنکو ہمارے مخالف اخلاق کا سب سے بڑا درجہ خیال کرتے ہین اور کہتے ہین کہ انسان کی اصلاح اسوقت تک نہین ہو سکتی جب تک وہ تمام غیر ضروری چیزون سے بے تعلق نہو جائے، وہ کہتے ہین کہ "ان لوگون کی حالت کسقدر تعجب انگیز ہے جو لوگون کو نصیحت کرتے آتے ہین، لیکن وہ گاڑیون مین سوار ہوتے ہین حالانکہ ان گاڑیون سے کوئی فائدہ نہین، وہ لوگ اس سامان تعیش سے لوگون کے دلون مین رشک و حسد کا بیج بوتے ہین، اور اس طریقہ سے مختلف المدارج طبقات کا وجود لازمی قرار دیدیتے ہین حالانکہ

وہ لوگ خود یہ کہتے ہین کہ یہ فرقہ بندیان محض وہمی و خیالی ہین، اس بنا پر اگر ہم درحقیقت قوم پر ترس کہاتے ہین اور اُسکے رنج والم مین اسکی ہمدردی کرتے ہین تو ہمکو ہر اس چیز سے الگ ہو جانا چاہیئے جو زندگی کو ناز و نعم کی زندگی بناتی ہے"

پادری فرنسوا داسیز بھی یہی چاہتا تھا اور کہتا تھا، "جاؤ اور سونے چاندی کے زیورات نہ پہنو اپنی جیب مین مال نہ رکھو، اور اپنے ساتھ مشکیزے، چادرین، جوتے اور عصا نہ لو" اسکے اس مذہب کو جو قبول عام حاصل ہوا وہ ہم سے مخفی نہین ہے، اُسکے مذہب پر نو سال بھی نہین گذرے تھے کہ وہ پانچ ہزار مرید آسیز کی جمعیت عمومیہ کی طرف بھیج سکا، اور اُسکے اصحاب کی تعداد ایک لاکھ پندرہ ہزار تک پہنچگئی جو سات ہزار گرجون مین رہتے تھے، انکے علاوہ عورتون اور عام لوگون کے گرجے تھے جو اسکے مذہب کے پابند تھے، لیکن با این ہمہ مذہب اور اخلاق کی اس ترقی کا اثر اس سے زیادہ نہوا جو رومن امپائر اور بدنصیب آیرلینڈ مین ہوا تھا، تنزل کے موثرات نے اٹالین قوم مین بد اخلاقی اور سیاسی طوائف الملوکی کا وہ منظر پیش کیا جسکو دیکھکر بت پرست رومن قوم کے چہرے پر بھی آثار خجالت نمودار ہو جاتے ہین، آخری نتیجہ یہ ہوا کہ تمام سیاسی اور اجتماعی نظام کا شیرازہ درہم برہم ہوگیا اور پادریون کی اقتدار آمیز کوششین بالکل ناکامیاب رہین،

مین بہت زیادہ مثالین پیش کرنا نہین چاہتا، کیونکہ اس زمانہ کی تاریخین ان سے بھری پڑی ہین، البتہ ایک مثال پیش کرنے کی اور اجازت چاہتا ہون،

اس زمانہ مین لوگ بودھ مذہب کے ارکان و اصول کی بھی نہایت عزت کرتے تھے اور درحقیقت یہ مذہب، مظلوم، مصیبت زدہ اور ضعیف لوگون پر نہایت ترس کہاتا تھا، لیکن اُسوقت اسکی اس فضیلت کا بیان مقصود نہین، صرف یہ دکھانا ہے کہ اس مذہب نے اجتماعی مسائل کو کس طرح سلجھایا، اور ہندوستان اور مشرق اقصی کی ان قومون کو جو اس مذہب کی معتقد ہین ترقی کے

کس پایہ تک پہنچا دیا؟

واقعہ یہ ہے کہ ان قومون کے تنزل وانحطاط کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہین آدمی کو صرف آنکھہ اٹھا کر دیکھہ لینا چاہیئے کہ ان قومون کی کیا حالت ہے؟

اب بھی بہت سے پادری، رہبان، قسیس جن مین کیتھولک، پروٹسٹنٹ، یہودی، بلکہ بہت سے اکابر فلاسفہ بھی شامل ہین "اخلاقی موثر" کے کامیاب کرنے کی کوشش کر رہے ہین، لیکن با این ہمہ افسوسناک طور پر انکو اپنی ناکامیابی کا اعتراف کرنا پڑا ہے، اور وہ صاف صاف کہنے پر مجبور ہوئے ہین کہ "لوگ انجیل کی تعلیمات اور حکمار کے اقوال پر عمل نہین کرتے" لیکن با این ہمہ وہ مایوس نہین ہین، اور از سر نو کوشش کرنا چاہتے ہین، اور ایسی کامیابی کے متوقع ہین جیسے گرجون اور عبادت گاہون کا اثر واقتدار بالکل بیکار ثابت ہوا ہے، شاید ان لوگون کو اتبک یہ معلوم نہین ہوا ہے کہ با این ہمہ اخلاص وعمل، با این ہمہ ایثار وقربانی، اور با این ہمہ زہد وتقشف، ان کوششون کی ناکامی خود اس بات کی دلیل ہے کہ اگر قیامت تک اس سلسلہ کو قائم رکھا جائے تو ذرہ برابر بھی کامیابی نہین ہو سکتی، ہر وہ شخص جسکو اس تجربہ مین ناکامی ہوئی ہے اس بدیہی نتیجہ کا انکار نہین کر سکتا، لیکن ابتک لوگ یہ نہین جانتے کہ صرف "اخلاقی موثر" قومون کی سعادت کا کفیل نہین ہو سکتا بلکہ انکی تمدنی عظمت کے لئے ایک اور چیز کی ضرورت ہے، اور اسی کے نظر انداز کر دینے سے یہ تمام ناکامیان ہوئی ہین، مین اسی مخفی چیز کا پتہ بتانا چاہتا ہون لیکن مین سب سے پہلے ایک مثال پیش کرونگا، جسکو مین نے انجیل مقدس سے اخذ کیا ہے۔

"اخلاقی موثر" کی تشبیہ ایک بیج سے دیجا سکتی ہے جو صرف عمدہ زمین مین نشوونما حاصل کر سکتا ہے بنجر زمین مین نہین اگ سکتا، اسلئے زمین کی قابلیت وعدم قابلیت کو بیج کی نشوونما مین بہت بڑا دخل ہے، یہ کوئی نئی مثال نہین ہے، بلکہ اسکو واعظون نے، علماء اخلاق نے اور متکلمین نے انجیل مقدس کے

بعد اس کثرت سے بار بار دہرایا ہے کہ وہ ایک بدیہی چیز ہو گئی ہے، لیکن بدقسمتی سے انھون نے اس بدیہی مثال مین یہ غلطی بھی شامل کر دی ہے کہ بیج کی عمدگی زمین کو بھی عمدہ بنا لیتی ہے اور یہ دعوی کر دیا ہے کہ کوئی زمین ناقابل نہین ہوتی، خرابی صرف بیج مین ہوتی ہے، اب زمین کی قابلیت کا نظر انداز کر دینا بالکل آسان تھا، اور انھون نے اسکو نہایت آسانی کے ساتھ نظر انداز کر دیا، اور صاف صاف کہدیا کہ یہ بحث ہی نہین کرنی چاہیئے کہ موجودہ زمانہ گذشتہ زمانہ سے برا ہے کیونکہ اسکے متعلق کوئی تحقیق نہین کیجا سکتی، جسکے معنی یہ ہوئے کہ جس زمانہ مین یہ بیج بوئے جا رہے ہین اس سے کوئی بحث نہین کرنی چاہیئے، اس غیر مدلل نظریہ کو قائم کر کے انھون نے اخلاقی بیج سے اپنے ہاتھ بھر لئے، اور اسکو ہر طرف پھینکنا شروع کیا، بیج بالکل رائگان گئے تو انکو اسپر سخت تعجب ہوا، لیکن اس تعجب کو انھون نے یہ کہکر دور کر دیا کہ یہ بہت بڑا کام ہے، اسکے نتائج کی اسقدر جلد توقع نہین کرنی چاہیئے، لیکن اس سے ہمارے ذرائع مین کوئی تغیر نہین ہو سکتا کیونکہ کامیابی ہمارے بس مین نہین،

لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ دعوی یہ کیا جاتا ہے کہ اس طریقہ سے قوم کو اخلاقی اور اجتماعی حیثیت سے ترقی دینا مقصود ہے، لیکن جب اسمین ناکامی ہوتی ہے تو یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ کامیابی ہمارے بس کا کام نہین، جسکے معنی یہ ہوئے کہ اخلاق کو صرف اخلاق کے لئے محبوب بنایا جا رہا ہے، اس سے اجتماعی ترقی مقصود نہین، گذشتہ لوگون کو بھی اسی غلط خیال کی بنا پر ناکامی ہوئی کہ انھون نے زمین کے اثر کو نظر انداز کر دیا اور اسکی طرف توجہ نہین کی حالانکہ اجتماعی زمین کی قابلیت وعدم قابلیت ہی کو "موثر اخلاقی" کی کامیابی وناکامیابی مین حقیقی دخل ہے، اس بنا پر اگر ہم کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا چاہتے ہین تو ہمکو سب سے پہلے خود ہیئت اجتماعیہ مین تغیر وانقلاب پیدا کرنیکی کوشش کرنا چاہیئے اخلاقی موثر کی کامیابی کی راہ مین اصلی رکاوٹ یہی ہے کہ ہماری سوسائٹی اور ہمارے اخلاقی موثر کی ترغیبات مین سخت تضاد پایا جاتا ہے، اخلاقی موثر کہتا ہے کہ انسان کو تمام تکلیفات برداشت کرنیکے لئے تیار رہنا چاہیئے، اور ہمارا اجتماعی گروہ علانیہ اسکی مخالفت مین آواز بلند کرتا ہے اسلئے سب سے پہلے اسی ماحول کو بدلنا چاہیئے۔

[illegible]

کیمبرج یونیورسٹی

(از مسٹر معین الدین انصاری)

کیمبرج یونیورسٹی نے اپنی موجودہ حیثیت ملکہ الزبیتھ کے عہد حکومت مین بموجب منشور شاہی ۱۵۷۱ء مین اختیار کی، نہ صرف عظمت کے لحاظ سے بلکہ بلحاظ قدامت یورپ کی مشہور ترین یونیورسٹیون مین شمار کیجاتی ہے، اگرچہ کیمبرج یونیورسٹی، اکسفرڈ کے بہت بعد قائم ہوئی تھی، لیکن زمانہ موجودہ مین آکسفرڈ کے ہمپلہ خیال کیجاتی ہے، اور اسکا نظام بھی تقریباً آکسفرڈ ہی کے نمونہ پر قائم ہے، انگلستان کی یہ دونون سب سے بڑی تعلیم گاہین اکثر ایسی خصوصیات رکھتی ہین جو دوسرے دار العلوم کے حالات سے بالکل جداگانہ ہین، اسلئے اپنے اردو خوان ہموطنون کی واقفیت کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہان کے عام نظام وزندگی پر ایک اجمالی نظر ڈالی جائے۔

یونیورسٹی کی سب سے اعلیٰ مجلس "سینٹ" ہے اور اسکا کورم یونیورسٹی کے اُن ماسٹر کی ڈگری رکھنے والون پر مشتمل ہوتا ہے جو باقاعدہ یونیورسٹی مین مقیم ہین، اس جمعیت کو یونیورسٹی کے تمام قوانین وضوابط پر اختیار حاصل ہے، نیز طلبہ کو اسناد دینا، یونیورسٹی کے شعبون مین عہدہ دارون کا تقرر، اور یونیورسٹی کی جانب سے دار العوام برطانیہ کے لئے دو ممبر منتخب کرنا اسی سے متعلق ہے، قوانین واحکام کا نفاذ گو بالقوۃ "چانسلر" کے سپرد ہے، جو یونیورسٹی کا غیر مقیم افسر اعلیٰ ہوتا ہے مگر بالفعل جملہ امور کا دارومدار وائس چانسلر پر ہے جو عہدہ داران یونیورسٹی مین سے سال بسال منتخب ہوتا ہے، وائس چانسلر کو مشورہ دینے کے لئے ۱۶ ارکان کی ایک کونسل ہے، جو "کونسل آف دی سینٹ" کے نام سے موسوم ہے، اور بذریعہ انتخاب مرتب ہوتی ہے، علاوہ علی اختیارات کے قانون سازی

مین بھی اس جماعت کی حیثیت بہت اہم ہے، کیونکہ کوئی قانون یا قاعدہ جو اس مجلس کا منظور کردہ نہو سینٹ مین پیش نہین کیا جا سکتا۔

مذکورہ بالا دونون جماعتون کے احکام حسب ذیل صیغون کے واسطے نافذ اور عمل پذیر ہوتے ہین،

(۱) "باڈی آف دی سنڈیکیٹس"، جو یونیورسٹی کے مختلف شعبون کا کام انجام دیتی ہے،

(۲) "اسپشل بورڈ آف اسٹڈیز"، جو مختلف مضامین کی تعلیم اور امتحانات کی نگرانی عام طور پر کرتا ہے،

(۳) "جنرل بورڈ آف اسٹڈیز" جو عام نظام تعلیم کا نگران ہے اور اسمین تقریباً ہر مضمون تعلیم کے حقوق کے لئے نائبین شریک رہتے ہین،

(۴) "فائنانشل بورڈ" صیغہ مال ہے جو صرف مصارف سے متعلق ہے نہ کہ محاصل سے۔

کیمبرج رزیڈنشل (اقامتی) یونیورسٹی کی حیثیت سے طلبہ کی دماغی اور جسمانی تربیت کے علاوہ اخلاقی ومعاشری تربیت کی بھی ذمہ داری لیتی ہے، اس یونیورسٹی مین کالج کی حیثیت تعلیمگاہ کی نہین ہے بلکہ کالج طلبہ کی قیام گاہ یا بورڈنگ ہوس کے مرادف ہے، کالج کے افسر (ماسٹر، ٹیوٹر، ڈان وغیرہ) کا تعلق طلبہ سے زیادہ تر انکی بود وباش کی نگرانی کا ہے، کالج اپنی عمارت یا شہرت کی بنا پر چھوٹے یا بڑے بھی کہے جاتے ہین، لیکن اس شہرت کا اثر طلبہ کی تعلیم پر کسی حیثیت سے نہین ہے، کیونکہ تعلیم کا مسئلہ تمامتر یونیورسٹی سے متعلق ہے نہ کہ متفرق کالجون سے، یونیورسٹی بھر سے ہر مضمون کے طلبہ ایک جگہ جمع ہوتے ہین یعنی ہر مضمون کا درجہ کسی خاص کالج کا نہین بلکہ پوری یونیورسٹی کا درجہ ہوتا ہے البتہ ہر کالج مین دو تین معلم کسی نہ کسی مضمون کے ضرور ہوتے ہین جنکے کمرے اسی کالج کی عمارت مین ہوتی ہین، اور بعض اوقات انہین کمرون مین اس معلم کے تمام شاگرد یونیورسٹی کے مختلف کالجون سے آکر درس لیتے ہین، یا اکثر کسی دوسری مقررہ جگہ مثلاً لبوریٹری، یا کسی لکچر کے کمرہ مین جمع ہوتے ہین، لیکن بعض اوقات اساتذہ اپنے طلبہ کو اپنے رہنے کے مکان پر بلا کر سبق دیتے ہین،

یہانتک تو تقسیم اعمال واوقات کا تعلق یونیورسٹی سے ہے، کالج کا تعلق تعلیم طلبہ سے صرف اس حد تک کہا جا سکتا ہے کہ طالبعلم کی خانگی نگرانی تعلیم کے لئے ہر کالج اپنی جگہ پر ہر مضمون کا ایک مشیر "ڈائرکٹر آف اسٹڈیز" مقرر کر لیتا ہے اور طالبعلم کو شرکت امتحان کی اجازت، مطالعہ مین خفیف سی مدد دینا، کتب مطالعہ کی تعیین، مطالعہ کی نگرانی وغیرہ اسی سے متعلق ہوتی ہے، چنانچہ ہر کالج مین جتنے مختلف مضامین کے طلبہ ہوتے ہین اُتنے ہی مشیر کالج کی طرف سے مقرر ہوتے ہین، طلبہ کو اگر اس مشیر کی امداد ناکافی معلوم ہوتی ہے تو ایک "کوچ" طلبہ بطور خود مقرر کر لیتے ہین،

ہر کالج اپنی جگہ پر ایک خود مختار انسٹیٹیوشن ہے جو بجز چند یونیورسٹی کے قواعد پر پابند ہونیکے اپنا کاروبار خود چلاتا ہے، اپنی املاک پر پورا اختیار رکھتا ہے، اپنے عہدہ دار منتخب کرتا ہے اور اپنے خاص قواعد جاری کرتا ہے، یونیورسٹی اور کالجون کے تعلقات باہمی عجیب وغریب ہین، یونیورسٹی اور کالجون کے مابین کوئی عہدنامہ نہین ہے، تاہم یونیورسٹی کے اخراجات ایک حد تک کالجون کی بھیجی ہوئی رقوم سے پورے ہوتے ہین، کالجون کے بعض افسرون کو یونیورسٹی کی طرف سے خاص رعایتین حاصل ہین، اور بعض پروفیسر جو صرف یونیورسٹی کی طرف سے مقرر ہین بعض کالجون مین خاص مراتب رکھتے ہین، اور اسی طرح کالج یونیورسٹی کے قواعد مانتے ہین، اور یونیورسٹی کالجون کے قواعد کا لحاظ کرتی ہے، اسکے علاوہ ہر کالج کا طالبعلم یونیورسٹی کی طرف نسبت دیا جاتا ہے، اور یونیورسٹی کا ہر طالبعلم کسی نہ کسی کالج کا رکن ضرور ہے، اس طرح کی باہمی خوش تعلقی کا نتیجہ یہ ہے کہ بغیر کسی رنج ونزاع کے کالجون اور یونیورسٹی کا کاروبار بغیر کسی سعی خاص کے از خود چل رہا ہے، اور اتنا بڑا انسٹیٹیوشن معاونت باہمی کی ایک مجسم مثال ہے۔

سترہ کالجون کے علاوہ دو "ہال" بھی ہین جو حقوق ومشاغل کے لحاظ سے کالجون کے مساوی ہین، مگر فرق یہ ہے کہ ہال مین طلبہ کے رہنے کی جگہ نہین ہوتی، باقی ہر طرح کی نگرانی اور

اختیارات کالج کے سے ہین، جو طلبہ کسی ہال سے تعلق رکھتے ہین وہ "نان کالیجیٹ" کہلاتے ہین، "ہال" کے طلبہ لائسنس شدہ مکانات (جو حدود یونیورسٹی یعنی کلیسائے سینٹ میری "کے مرکزی مقام سے ڈہائی میل کے قطر کے اندر ہوتے ہین) مین رہتے ہین۔ ہال کی بھی تخصیص نہین بلکہ تمام کالجون کا یہی طریقہ ہے، کہ کالج کی عمارت مین جب گنجائش نہین رہتی تو اسی طرح ہر کالج اپنے ارکان قیام کے واسطے مکانات کرایہ پر لے لیتا ہے، یہ لائسنس شدہ مکانات کالج کے کمرون کے حکم مین سمجھے جاتی ہین، اور ساکنین اُن ہی ضوابط کے پابند ہوتے ہین جو مقیمان کالج کے لئے ہین، طالبعلم خواہ کسی ہال سے تعلق رکھتا ہو یا کالج سے بہر تقدیر اسکو بجز کسی عذر معقول کے کم از کم شام کے کہانے پر اپنی انسٹیٹیوشن کی عمارت مین حاضر ہونا ہوتا ہے۔

آکسفورڈ کی طرح یہ یونیورسٹی بھی اپنی قدامت پسندی اور روایات پرستی کے لئے مشہور ہے، یونیورسٹی کی اس روش کا اصول یہ ہے کہ جب تک کسی قاعدہ کی وجہ سے کوئی خاص مادی نقصان نمایان ہوتا ہو کسی دفعہ کی ترمیم مشکل ہوگی خواہ وہ کتنی ہی بے ضرورت اور لایعنی کیون نہو، گو ہمیشہ سے اس طرز عمل پر آوازے سُنے جاتے رہے، لیکن کوئی اثر ظاہر نہین ہوا، طلبہ کو تمباکو نوشی کی عام اجازت ہے، لیکن جب تک کوئی طالبعلم یونیورسٹی کے لباس (چوکور ٹوپی اور چغہ) مین پایا جاے اس وقت سگریٹ وغیرہ پینا جرمانہ کے خطرہ سے خالی نہین، اسی طرح اتوار کو دن بھر یہ لباس پہن کر نکلنا، روزرات کو پہنے رہنا یہ سب اسی طرح ضروری ہے جیسے کہ کسی استاد کے پاس جاتے ہوئے یا کسی جلسہ کی شرکت کے وقت پہننا، یہانتک کہ اگر اتفاق سے کوئی کہانے کے وقت اس لباس مین نہو تو میز سے ہٹایا جا سکتا ہے خواہ وہ گریجویٹ ہی کیون نہو، ہر کالج کے چغہ کی قطع مین قدرے فرق ہوتا ہے لیکن ٹوپی یونیورسٹی بھر مین یکسان ہے، اس لباس کی قید کا تعلق کالجون اور یونیورسٹی کی تاریخ سے بہت گہرا ہے، اور اسی قسم کی چند علامتین باقی ہین جو پتہ دیتی ہین کہ کالج قدیم زمانہ مین گرجاؤن اور

پادریوں سے تعلق رکھتے تھے، اسی مذہبیت کا رنگ روایت کی حیثیت سے یونیورسٹی اور کالجوں کے اکثر اصولوں میں نظر آتا ہے، حتی کہ کسی کالج مین بغیر دعاے خیر و برکت کے کھانے پر کوئی نہین بیٹھ سکتا اور دعا کا تاریخی لاطینی الفاظ مین ادا ہونا بھی ضروری ہے۔

طلبہ کے اخلاق وکردار کی نگرانی جسطرح کالج کے احاطہ مین ہوتی ہے، اس سے زیادہ سخت گیری کے ساتھ شہر کی گلیون، تھیٹرون، ہوٹلون، ناچ گھرون کے اندر وغیرہ بھی ہوتی ہے، یونیورسٹی کی طرف سے چند جاسوس متعین رہتے ہین، جو طالبعلم کے اخلاق پر نگاہ رکھتے ہین، دوسرے یہ کہ افسران یونیورسٹی مین سے کم از کم چار "پراکٹر" مع اپنے دو سیاہ پوش ملازمین کے (جنکو عرف عام مین "بلڈاگ" کہتے ہین) رات کو گشت لگا کر طلبہ کو قواعد یونیورسٹی اور نیز عام اخلاق کی پابندی پر مجبور کرتے ہین اور سزا دینا بھی انکے اختیار مین ہے، یونیورسٹی کے دائرہ اقتدار سے باہر بھی، مثلاً ہوٹل مین یا کسی جگہ پر جہان طلبہ کی رسائی ہو پراکٹر کو وسیع اختیارات حاصل ہین، اس سے یونیورسٹی کی عزت جو حکومت و قوم کی نگاہ مین ہے اسکا پتہ چلتا ہے، حال مین بعض تجار نے کیمبرج کے قریب چند کارخانے کھولنا چاہے تھے، جسکی اجازت یونیورسٹی نے نہین دی، اسی طرح مثالاً بیان ہو سکتا ہے کہ مشکوک چال چلن کے لوگ خواہ یونیورسٹی سے تعلق رکھتے ہون یا شہر سے پراکٹر کے حکم سے ترک سکونت پر مجبور ہوتے ہین،

طلبہ کے لئے جہان اتنی سختیان ہین بہت سی آزادیان بھی ہین، یونیورسٹی کی روایت پرستی سے الگ طلبہ نے اپنی زندگی مین چند غیر مرقوم روایات رواج دے لئے ہین جو اکثر مفید بھی ہین مثلاً یہ کہ طلبہ ان ممالک کی مشہور باقاعدگی کی پروا اپنی طالبعلمانہ زندگی مین نہین کرتے، وہ لباس کی پابندیون کے چندان مرید نہین ہین، ظاہری آرائش و زیبائش کے بہت کم قدردان ہین اور شہر کے باشندون سے اپنے کو فائق خیال کرتے ہین، اگرچہ اُن کا عام لباس ایک بھدے قسم کے

بدرنگ کپڑے کے کوٹ اور فلالین کے سیاہ پتلون پر مشتمل ہوتا ہے، اور اگر یونیورسٹی کی ٹوپی کا بار سر رہنا ضروری نہین ہے تو شہر کی گلیون اور معززین سے ملاقات مین بھی برہنہ سر رہنا انکا فخر ہی خواہ موسم کی جو حالت ہو، مگر آکسفورڈ اور کیمبرج کی یہ روایت برقرار رہیگی، آپس کی ہمدردی اور بیمار کی خدمت ان لوگون کا حصہ ہے، گو بعض اوقات یہ اتحاد امن عامہ کے لئے بھی کسی حد تک مضر ہوتا ہے اور نگرانون کو پریشانی مین ڈالتا ہے، کسی طرح کی عدالتی چارہ جوئی طلبہ کے خلاف بلا اجازت افسران یونیورسٹی نہین ہو سکتی اسکے ساتھ یہ ضرور ہے کہ معاملات زیادہ ناگوار صورت نہین اختیار کرتے اور کالج ہی مین عدالت کی داد ملجاتی ہے، گذشتہ نومبر مین ایک طالبعلم کو یونیورسٹی نے مجبوراً عدالت کے حوالہ کر دیا تھا جسکے خلاف دعوی تھا کہ اس نے متعدد بائسکلین چوری کی ہین، ملزم نے اقبال کیا یہ واقعہ یونیورسٹی کی تاریخ مین اپنی قسم کا بالکل پہلا تھا، مگر وہ طالبعلم ملزم اس بنا پر بری کر دیا گیا کہ اسکے کالج کے افسر نے اسکے گذشتہ نیک روش کی بہت پر زور شہادت دی، نیز ڈاکٹر نے اسکی دماغی حالت کو نادرست بتایا، اور ایک قسم کے مرض کی تشخیص کی اگرچہ طلبہ نے اپنی اس طرح کی ذلت سے نجات پر باقاعدہ اظہار مسرت کیا،

یون تو ہر تعلیمگاہ مین عموماً ایک نووارد کی ہستی ہدفِ تمسخر ہوا کرتی ہے، مگر اس یونیورسٹی کی زندگی مین نوگرفتارون کی حیثیت عجیب الخلقت حیوان سے شاید ہی کچھ کم سمجھی جاتی ہو، اس طرح کا احساس عام ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ جب تک انسان بالکل اسی رنگ مین نہ رنگ جائے زندگی حرام ہوتی ہے،

کیمبرج مین متعلمین کالجون کے علاوہ دو کالج (نیونہم اور گرٹن) متعلمات کے لئے ہین جنہین یونیورسٹی باقاعدہ اپنا جزو نہین شمار کرتی مگر وہ عملاً یونیورسٹی کے اجزا ہین، تعلیم کے بارہ مین لڑکے اور لڑکیون کے حقوق مساوی ہین، دونون کی تعلیم بھی ساتھ ہوتی ہے اور لڑکیان تقریباً اُن تمام

لکچرون، معملون اور امتحانون مین جاسکتی ہین جو لڑکون کے لئے ہین، لڑکیون کے لئے لڑکون سے الگ کوئی خاص نصابات نہین ہین، فرق صرف یہ ہے کہ بہت سے قیود مثلاً یونیورسٹی کا لباس وغیرہ لڑکیون کے لئے نہین، لڑکیان یونیورسٹی کی رکن نہین شمار ہوتین اور نہ کسی امتحان مین کامیاب ہونے پر وہ باضابطہ ڈگری لینے کی مجاز ہین، بلکہ ڈگری کے بجاے وائس چانسلر کے دستخط سے انکو کامیابی کی سند دیدیجاتی ہے، متعلمات کی نگرانی کا مسئلہ بھی زیادہ تر یونیورسٹی سے متعلق نہین بلکہ خود اُنکے کالجون سے انجام پاتا ہے،

یونیورسٹی کا داخلہ کسی خاص امتحان مین کامیاب ہونے پر مشروط نہین، البتہ بعض کالجون مین دستور ہے کہ اکثر طلبہ کا نام لکھنے سے پیشتر استعداد کی جانچ کر لیتے ہین، داخلہ (Matriculation) محض ایک روایتی عہدنامہ پر دستخط کر دینے کا نام ہے، بیشک داخلہ کے بعد اپنے مضمون تعلیم کے لکچرون کی شرکت کے ساتھ ہی ساتھ ایک سال کے اندر "پریویس" (جسے عرف عام مین "لٹل گو" بھی کہتے ہین) کے دونون حصون مین کامیابی حاصل کر لینا ضروری خیال کیا جاتا ہے، یہ امتحانات ہر سال چار مرتبہ تقریباً تین ماہ کے فصل سے منعقد ہوتے ہین اور ضروری نہین ہوتا کہ دونون حصون مین ایک ساتھ شرکت کیجائے، پریویس کے دونون حصے ملاکر آکسفورڈ کے "رسپانزنس"، لندن کے میٹرک اور ہندوستان کے "لوکل کیمبرج سینیر" کے ہمپلہ ہین، اگر ہندوستان کی یونیورسٹیون مین کسی مین ایم، اے یا بی، اے سکنڈ ڈویزن، یا انٹرمیڈیٹ فرسٹ ڈویزن کے ساتھ پاس کیا گیا ہے تو یہان "پریویس" سے استثنا حاصل ہو سکتا ہے، اسی طرح بعض دوسری یونیورسٹیون کے اسناد کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے، اور آجکل خدمات جنگ کے صلہ مین بھی یہ امتحانات بعض قواعد کے بموجب معاف ہو رہے ہین،

تعلیمی سال اکتوبر مین شروع ہوتا ہے جسمین تین "ٹرم" (عرصۂ تعلیم) ہوتے ہین،

(۱) "میکلمس ٹرم" اوائل اکتوبر سے وسط دسمبر تک،

(۲) "لینٹ ٹرم" وسط جنوری سے اواخر مارچ تک،

(۳) "ایسٹر ٹرم" وسط اپریل سے اواخر جون تک،

ان عرصہاے تعلیم کی تاریخین بعض قواعد کے رو سے ہر سال مختلف پڑا کرتی ہین،

کسی ڈگری کے حاصل کرنے کے لئے علاوہ امتحانات معینہ کے کم از کم (عموماً) نو ٹرم کا قیام بھی ضروری ہے مگر بعض یونیورسٹیون کے سندیافتگان کے حق مین دربارۂ قیام رعایت ہوجاتی ہے،

ارکان یونیورسٹی (طلبہ) کا ٹرم مین قیام جس طرح ضروری ہے اُسی طرح تعطیل مین کیمبرج کے حدود سے خارج ہوجانا بھی ضروری ہے، غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ تعطیلات مین طلبہ کی نگرانی کا ذمہ یونیورسٹی نہین لیتی،

اس یونیورسٹی مین حسب ذیل ڈگریان ہین،

بی۔اے B. A. سائنس والون کے لئے بھی یہی ڈگری ہے،

بچلر آف ڈونٹی B. D. شعبۂ دینیات مین

بچلر آف مڈیسن M. B. " طبیات مین

بچلر آف سرجری B. Ch. " جراحی مین

(یہ دونون ہمیشہ ساتھ ملتی ہین،)

بچلر آف میوزک Mus. B. " موسیقی مین

ال، ال، بی، L. L. B. " قانون مین (یہ ڈگری ہمیشہ بی، اے کے ساتھ ہے)

ایم، اے M. A. سائنس، طبیات اور دینیات والون کے لئے بھی یہی ڈگری ہے،

ماسٹر آف سرجری M. Ch. ماسٹر آف میوزک Mus. M. ماسٹر آف لا L. L. M.

ڈاکٹر ان لٹرس	Litt. D.	یونیورسٹی کے اکثر مضامین کے لئے
ڈاکٹر ان سائنس	Sc. D.	صرف سائنس کے مضامین کے لئے،
ڈاکٹر آف میوزک	Mus. D.	
ڈاکٹر آف ڈوِنٹی	D. D.	
ڈاکٹر آف مڈلین	M. D.	
ڈاکٹر آف لا	L. L. D.	صرف قانون کے لئے،
پی، ایچ، ڈی،	Ph. D.	صرف "ریسرچ اسٹوڈنٹس" (کاملین فن) کے لئے،

بی، اے اور اسکی ہمپلہ دوسری ڈگریان تین طرح کی ہین :-

(۱) آرڈنری (معمولی) جو اسپشل (خاص) امتحان پر دیجاتی ہے، اسے عرف عام مین "پاس" بھی کہتے ہین،

(۲) "آنرس" یا "ٹرائی پاس"

(۳) "ریسرچ" جسکے لئے امتحان نہین ہے بلکہ خاص تحقیقات علمی کے نتائج دیکھکر دیجاتی ہے،

ان مین سے (۱) سب سے زیادہ سہل ہے، جن مضامین مین اس ڈگری کے لئے امتحانات ہوتے ہین وہ حسب ذیل ہین،

زرعیات، نباتیات، کیمیادیات، طبیعیات، عضویات، ارضیات، نفسیات، دینیات، حیوانیات، السنہ قدیمہ، السنہ جدیدہ، موسیقی، قانون، منطق، ریاضیات، حربیات، جغرافیہ، تاریخ، انجینیرنگ، معاشیات،

ان مضامین سے ہر مضمون دو حصون پر مشتمل ہے، دونون حصون کے امتحانات ۳ سال کے اندر عموماً قیام کے آخری دو سالون مین دیئے جاتے ہین، مگر ضروری نہین کہ اگر کسی مضمون مثلاً تاریخ کا

پہلا حصہ ایک امتحان مین لیا گیا ہے تو دوسرا حصہ بھی اسی مضمون کا منتخب کیا جائے بلکہ اختیار ہے کہ تاریخ کے بجائے دوسرا حصہ موسیقی یا منطق کا لیا جائے، ڈگری بہرحال دیجائیگی،

نمبر (۲) یعنی آنرس ڈگری تعلیم اور امتحانات کی ہر حیثیت سے نمبر اول سے بہت ارفع اور دشوار ہے اسکی سب سے اہم قید یہ ہے کہ اگر آنرس کے امتحان مین پہلی مرتبہ ناکامیابی ہو تو پھر اُسی مضمون مین آنرس کا امتحان دوبارہ نہین دیا جاسکتا، البتہ اگر ممتحنین مناسب سمجھتے ہین تو ناکامیابی پر بھی بعض صورتون مین "معمولی ڈگری" دلا سکتے ہین، آنرس کے امتحانات مین بھی ہر مضمون کے دو حصے ہین اور اسی قاعدہ سے ڈگری دیجاسکتی ہے جیسا کہ نمبر اول کے بارہ مین ذکر ہوا، البتہ صرف مضمون قانون کیلئے یہ استثنا صرف اس طرح کی ڈگری مین ہے کہ امتحان کے دونون حصون مین سے اگر ایک مین بھی قانون لیا گیا ہے (یا دونون مین لیا گیا ہے) تو بی-اے کے ساتھ ال، ال، بی، کی ڈگری بھی دیدیجاتی ہے، ال، ال، بی، کے لئے دوسرے مضامین کے بی، اے سے زیادہ کوئی خاص مشقت نہین درکار ہوتی، یونیورسٹی کی اس فیاضی سے باہر کے لوگ اکثر دھوکہ کھاتے ہین، بعینہ یہی استثنا جراحی اور طبیعیات کی ڈگریون کے لئے بھی ہے، ریاضی کے مضمون مین خاص رعایت یہ ہے کہ صرف یہی امتحان "آنرس" کا ہے جسمین ایک مرتبہ ناکامی کے بعد دوبارہ شرکتِ امتحان کی اجازت ملتی ہے، آنرس کی ڈگری کے لئے حسب ذیل مضامین ہین :-

(۱) ریاضیات (۲) معاشیات (۳) تاریخ (۴) جغرافیہ (۵) السنہ جدیدہ (۶) السنہ قدیمہ (۷) السنہ مشرقیہ (۸) ادبیات (انگریزی) (۹) انسانیات (انتھراپالوجی) (۱۰) سائنس (۱۱) فلسفہ اخلاق (۱۲) علم الآلات والحیل (میکنکس) (۱۳) دینیات (۱۴) قانون (۱۵) موسیقی،

ان مین سے نمبر (۱۰) و (۱۱) کے لئے استثنا ہے کہ امتحان کے صرف ایک حصہ مین کامیابی پر بھی ڈگری دیدیجاتی ہے، اور اگر دوسرا حصہ بھی لیا جائے تو مزید سند نہین ملتی،

آنرس کی ڈگری کے لئے دو رعایات قابل ذکر ہین، اول یہ کہ اگر علالت یا دوسرے عذر معقول کی بنا پر طالبعلم شرکت امتحان سے معذور ہو تو معلمین سے سفارش لانے پر بغیر امتحان کے ڈگری ملسکتی ہے، اور اسی طرح اگر طالبعلم کی شفقت مسلمہ ہو تو وقت سے پیشتر بھی ڈگری مل سکتی ہے، برخلاف اسکے اگر امتحانی شرائط پورے کرنے پر بھی متعلم کسی وجہ سے ڈگری کا نااہل ثابت ہو تو ڈگری روکی جاسکتی ہے،

ایم۔اے کی ڈگری کے لئے اس یونیورسٹی مین کسی امتحان کی شرط نہین ہے بلکہ داخلہ کی تاریخ سے چہ سال کے بعد (بشرطیکہ بچلر کی ڈگری لیلی گئی ہو) ایک فیس ادا کرنے پر ایم، اے کی ڈگری دیدیجاتی ہے اور ڈگری کے لئے رکن یونیورسٹی کی حاضری کیمبرج بھی ضروری نہین،

ڈاکٹر کی ڈگری کے لئے مختلف مضامین مین مختلف قواعد ہین، عموماً کسی تصنیف پر یہ ڈگری دیجاتی ہے، اسمین بھی رکن کی حاضری شرط نہین، البتہ ماسٹر کی ڈگری رکھنا شرط ہے،

(۳) "رسرچ" کے طلبہ کو بھی مذکورہ بالاکل ڈگریون کے رکھنے کا حسب کوشش حق حاصل ہے، "رسرچ" والے طلبہ امتحانات سے مستثنیٰ ہین، پی، ایچ ڈی کی ڈگری ایسے طلبہ کو دینا یونیورسٹی نے تجویز کیا ہے، لیکن ابھی تک اُسکے لئے قواعد مرتب نہین ہوئے ہین،

مذکورہ بالاکل ڈگریان بطور اعزاز بھی لوگون کو دیجاتی ہین،

ڈگریون کے علاوہ یونیورسٹی چار ایسے مضامین مین ڈپلوما دیتی ہے جنکی تعلیم تو یونیورسٹی کی طرف سے ضرور ہوتی ہے مگر اسکے لئے طلبہ کی رکینت یونیورسٹی شرط نہین، وہ مضامین یہ ہین،

زرعیات، نفسیات طبیہ، صحت عامہ، طبیعیات وسط الارض،

ان کے علاوہ پانچ ڈپلوما اور ہین جو صرف ارکان یونیورسٹی کے لئے ہین :-

(۱) انسانیات، (۲) صحرائیات (۳) جغرافیہ (۴) معدنیات، (۵) السنہ مشرقیہ،

حربیات کے تعلیم کے لبعد ہی سارٹیفکیٹ دیا جاتا ہے جسکے لئے خاص قواعد و شرائط ہین،

سول سروس اور انڈین سول سروس کے لئے بھی طلبہ کی تعلیم ہوتی ہے، اور ملی سیکھنے والے طلبہ کے لئے بھی مخصوص انتظام ہے، دینیات کا شعبہ اس یونیورسٹی مین بہت ترقی پذیر ہے، اور امید کیجاتی ہو کہ ریاضیات عقلیات اور سائنس کی طرح دینیات بھی عنقریب اس یونیورسٹی کا مضمون خاص ہو جائیگا،

یونیورسٹی مین غیر مستطیع و نیز نمایان قابلیت کے طلبہ کے لئے تقریباً ۷۰ وظائف شمار کئے جاسکے جو کل پانچ ہزار چہ سو پونڈ سالانہ کی مقدار تک پہنچتے ہین، ان کے علاوہ کالجون اور نیز بیرونی اشخاص کی طرف سے انعامات و تمغہ جات بھی دیئے جاتے ہین،

متعلقات یونیورسٹی مین ایک اہم شے کتبخانہ بھی ہے، جسمین سات لاکھ پچاس ہزار جلدین، تقریباً آٹھ ہزار قلمی نسخہ جات اور ایک لاکھ سے زیادہ نقشہ جات وغیرہ جنگ سے پیشتر تھے، جزائر برطانیہ کے قانون کے مطابق ان ممالک مین جو کتاب شائع ہوتی ہے اسکا ایک نسخہ اس کتبخانہ مین ضرور آجاتا ہے، علاوہ اسکے بیرونی ممالک سے بہت سی کتابین، رسائل و جراید قیمتاً یا تحفتہً بھیجے جاتے ہین، بر سبیل تذکرہ یہ کہنا بھی بیجا نہوگا کہ دوسری زبانون کی طرح اس کتبخانہ مین اردو کی کتابین بھی کسی نہ کسی تعداد مین پائی جاتی ہین، بے ضرورت ہونے کے باعث ایک حد تک اس زبان کی کتابون کی طرف سے بے توجہی ضرور ہے، مگر بعض لوگون کا خیال ہے کہ اگر مصنفین اردو اپنی کتابین تحفتہً بھیجا کرین، اور اس کتبخانہ کے مواد مین واقعی کوئی قیمتی اضافہ کرنے کی کوشش کرین تو عجب نہین کہ اس تعلیمگاہ مین اردو کا بھی کوئی رتبہ قائم ہو جائے، عرصہ ہوا کہ اردو اس یونیورسٹی مین دوسری زبانون کے برابر خیال کیجاتی تھی اور بی، اے وغیرہ کی ڈگریان دیجاتی تھین، مگر بعد کو یہ اسکول بے مفاد ثابت ہوا اور از خود اسکا استیصال ہو گیا،

اس کتبخانہ کے علاوہ یونیورسٹی کی ہر لیبوریٹری، رصدگاہ اور کالج وغیرہ مین علٰحدہ علٰحدہ کتبخانجات ہین جنمین بعض بے بہا اجزا پر مشتمل ہین، اس ضمن مین عجائب خانہ فٹز ولیم قابل ذکر ہے جو اپنی عمارت

ونیز کتبخانہ، تاریخی آثار وتصاویر وغیرہ کے لحاظ سے ایک مشہور انسٹیٹیوشن ہے، دنیامین تاج محل آگرہ کی بہترین نقل جو سنگ مرمر کی بنائی گئی ہے، اس عجائب خانہ مین ہے، کتبخانہ اقتصادیات و معلمانہ نفسیات وسائنس اس یونیورسٹی کے خصوصیات سے ہین، انجینیری اور فارسٹری کیلئے کئی سو ایکڑ اراضی نواح کیمبرج مین ہے، جہان طلبہ عملی تعلیم حاصل کرتے ہین، شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر یونیورسٹی کی رصدگاہ (آبزرویٹری) واقع ہے جہان ایک عمدہ لبورٹیری اور کتبخانہ بھی ہے

کیمبرج کی علمی انجمنون مین (۱) کیمبرج انٹی کرین سوسائٹی" جو ۱۸۳۹ء مین قائم ہوئی تھی بہت مشہور ہے، اسکے متعلق تاریخ آثار قدیمہ، عمارات وغیرہ کی بابت تحقیقات کرنا اور نتائج کا رسالہ جات مین شائع کرنا ہے، (۲) کیمبرج کلاسکل سوسائٹی لاطینی اور یونانی زبانون سے متعلق تحقیقات کرتی ہے اور ہر مضمون کے طلبہ اسمین بغرض تبادلہ خیالات جمع کئے جاتے ہین، (۳) کیمبرج فلوسافیکل سوسائٹی مین "انڈو یورپین" زبانون کی بابت خصوصاً اور ہر علمی زبان کے بابت عموماً ہر طرح کے معلومات جمع کئے جاتے ہین، (۴) کیمبرج فلوسافیکل سوسائٹی جو ۱۸۱۹ء مین قائم ہوئی تھی، مضامین فلسفہ مین تحقیقات جاری کرتی ہے، عموماً پندرہوین روز اسکے اجلاس ہوتے ہین اور مضامین پڑہے جاتے ہین، (۵) کیمبرج یونین سوسائٹی، یونیورسٹی کی سب سے بڑی انجمن ہے، جسکا سال قیام ۱۸۱۵ء ہے اسمین انگلستان کے نامی گرامی مقررین وقتاً فوقتاً مدعو ہوکر مختلف معاشرتی، ملکی وسیاسی مضامین پر بحث ومناظرہ کرتے ہین، اس سوسائٹی کے ارکان کی تعداد تیرہ ہزار تک پہنچی ہے، جسمین دو ہزار ساکنین کیمبرج (طلبہ وافسران یونیورسٹی) شامل رہتے ہین، یونین کی عمارت مین ایک عالیشان کتبخانہ بھی ہے جو ۴۰ ہزار مجلدات پر مشتمل ہے، زمانہ تعلیم مین اس کلب کے کہانے اور چاے وغیرہ کے کمرے رونق کئے رہتے ہین، یونیورسٹی کی اصلی زندگی اسی مقام کے دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، ٹرم مین ہر سہ شنبہ کے روز شام کو مکالمہ ہوتا ہے، اس سوسائٹی کا رکن انگلستان کی ان متعدد علمی انجمنون کا رکن اعزازی خیال

کیا جاتا ہے جو دوسری بڑی یونیورسٹیون مین اسی کے نمونہ پر قائم ہین،

ہندوستانی طلبہ کے لئے چند سال سے یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے زیر صدارت ایک کمیٹی قائم ہے جسکو "انڈین اسٹوڈنٹس ایڈویزری کمیٹی آف کیمبرج یونیورسٹی" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یہ انجمن مشیران طلبہ اب تک ہندوستانی طلبہ کے نزدیک بہت ہی قابل شکریہ ہے، اسکے سابق سکریٹری مسٹر ای، اے، بنیسن جو تاریخ کے ایک معروف عالم ہین، اپنے کالج کے مشاغل کی وجہ سے گذشتہ تعطیل گرما مین مستعفی ہوگئے، موصوف کی جگہ پر مسٹر بی۔ال مینگ اپنے پیشرو کی طرح تھوڑے ہی عرصہ مین اپنی ہر دلعزیزی کی وجہ سے ہندوستانی طلبہ مین نہ صرف سرپرست کی حیثیت سے قابل عزت سمجھے جانے لگے، بلکہ ایک قابل اعتماد دوست کی طرح مانے جانے لگے ہین، اس کمیٹی کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستانی طلبہ کیمبرج کو ہر طرح کا مشورہ دے اور اُنکے داخلہ وغیرہ کے لئے تدابیر اختیار کرے، مگر اب تک عملاً اس جماعت سے طلبہ کو اسکے ماسوا بھی کئی طرح کی امداد حاصل ہوتی رہتی ہے، جن ہندی طلبہ کے والدین یا سرپرست اس ملک مین نہین ہین انکی آمدنی واخراجات کی نگرانی اس کمیٹی سے متعلق ہے، سکریٹری کا فرض ہے کہ والدین کو طالبعلم کے مختصر حالات سے وقتاً فوقتاً آگاہ کرتا رہے، گو اس کمیٹی کے مصارف کی کفالت ایک حد تک انڈیا آفس سے بھی ہوتی ہے، لیکن اس کمیٹی کو بجز عام ہمدردانہ تعلقات کے انڈیا آفس کی ایڈویزری کمیٹی سے اب تک کسی طرح کا تعلق نہین پیدا ہوا ہے، انڈیا آفس کی کمیٹی سے جسکی شاخین ہندوستان کے ہر صوبہ مین قائم ہین، یہ کمیٹی ضرورۃً مراسلت رکہتی ہے، لیکن اکثر تجربہ کارون کے نزدیک ہندوستانی طلبہ جو کیمبرج مین داخلہ کا ارادہ رکہتے ہون، انکے لئے نہایت ضروری ہے کہ براہ راست اس کیمبرج کی کمیٹی سے جلد تر رجوع کرین، بلکہ انسب ہے کہ کیمبرج مین آنے سے دو تین سال قبل سلسلہ جنبانی شروع کیجائے، اور ارادہ کرتے ہی سکریٹری ہذا کو بذریعہ تار مطلع کردینا کثرت سی مایوسیون اور زحمتون سے نجات دیتا ہے جیسا کہ بار بار یہ اعلان ہوچکا ہے کہ قبل

از وقت کالج مین کسی طالبعلم کے لئے جگہ روکنے کے لئے کوئی رقم ادا کرنا نہین ہوتی اور نہ یہ کمیٹی اپنے خدمات کا کوئی معاوضہ طلب کرتی، حتی کہ جواب خط کے لئے بھی ٹکٹ بھیجنے کی ضرورت نہین ہے، ذیل مین سکریٹری کا پتہ تار اور خط کے لئے درج کرنا بعض مشتاق طلبہ کے حق مین مفید ہوگا

B. L. Manning Esqr M. A.
Secretary Ind. Students Advisory Committe
4, Post office Terrace
Cambridge (Engl)

تار کے لئے حسب ذیل پتہ کافی ہے:۔

Adviser, Cambridge,

اس یونیورسٹی کے متعلق معلومات حاصل کرنیکا ذریعہ بعض کیمبرج کے رسائل ہین، ان مین سب سے بہتر "کیمبرج یونیورسٹی رپورٹر" خیال کیا جاتا ہے، یہ پرچہ بیرونجات مین بہت جاتا ہے طلبہ کیلئے معلومات کا بہترین طریقہ The Students' Handbook to the University کا مطالعہ ہے، اس کتاب مین یونیورسٹی کے نظام، نصاب، طرز معاشرت، مصارف غرضکہ تقریباً ہر ضروری امر کا ذکر ہے، ہر سال یہ کتاب کیمبرج یونیورسٹی پریس شایع کرتا ہے، یونیورسٹی کی زندگی مین Cambridge Review، کیمبرج ریویو اور گرنٹا (Granta) ہفتہ وار پرچے بھی قابل ذکر ہین، موخر الذکر ایک ظریفانہ پرچہ ہے جو یونیورسٹی کے متعلق ہر امر پر تنقید کیا کرتا ہے، یہ پرچہ تیس سال سے محض "انڈر گریجویٹ" طلبہ کے غیر ذمہ دار ہاتھون مین رہ کر ایک ہی انداز سے نکل رہا ہے، یہ ہفتہ وار پرچے یونین کے مباحث اور کھیلون کے نتائج بہت دلچسپی سے چھاپتے ہین، گرنٹا کے طعن و تشنیع بیشتر ٹرنٹی اور گرٹن کالجون سے زیادہ متعلق ہوتے ہین، علمی مذاق سے یہ رسالے

زیادہ بہرہ ور نہین ہین،

آکسفورڈ اور کیمبرج مین معمولی ورزش جسمانی کے کھیلون کے علاوہ ایک مخصوص شعبہ کشتی رانی کا ہے جسمین ہر سال تقریباً سو طلبہ حصہ لیتے ہین، وسط موسم گرما یعنی ماہ مئی مین کیمبرج اور آکسفورڈ سے ہر کالج کی کشتیان لندن بھیجی جاتی ہین، جہان بڑے زور و شور سے کشتی رانی کا مقابلہ ہوتا ہے، اس مقابلہ مین انگلستان کا ہر طبقہ بڑی گرمجوشی سے دلچسپی لیتا ہے، اور ایام مقابلہ مین لندن کا بچہ بچہ یہانتک کہ دوکانین اور کمپنیان بھی آکسفورڈ یا کیمبرج کی جانب داری مین دیوانی دکھائی دیتی ہین، کشتی رانی عرصہ دراز سے یونیورسٹی والون کا فن ہے، جسکے جاری رکھنے کے لئے کشتی کھینے والون کو ایک مخصوص انداز کی جفاکشانہ زندگی بسر کرنا ہوتی ہے، اور وقت بھی کافی سے زیادہ صرف کرنا ہوتا ہے. ہاکی، فٹ بال، ٹینس، کرکٹ مین جن لوگون کو کمال حاصل ہوجاتا ہے وہ بطور اعزاز یونیورسٹی کے رنگ (گہرے آسمانی) کی ایک صدری حاصل کرتے ہین اور یہ لوگ "کیمبرج بلیو" کہے جاتے ہین، شطرنج اور بلیرڈ مین ایسے لوگ "ہاف بلیو" کہلاتے ہین۔

متراجم

نفسیات طبیہ

(خطبہ بصدارت ڈاکٹر ولیم میک ڈوگل ایم بی، اف، آر، ایس، صدر نشین رائل سوسائٹی آف میڈیسن شعبۂ امراض دماغی)

(۱)

اس ایڈرس کا عنوان مین نے امراض دماغی کے حدود سے باہر نکل کر منتخب کیا ہے اور آپکے سامنے نفسیات طبیہ کا موجودہ خاکہ پیش کرنا چاہتا ہون، لیکن سب سے پہلے اس اصطلاح کا مفہوم بیان کردینا ضروری ہے، ممکن ہے یہ کہا جائے کہ نفسیات کے کسی شعبہ کا نام نفسیات طبیہ نہ ہے اور نہ ہوسکتا ہے، اسلئے کہ طبیب جب مریض پر توجہ کرتا ہے تو اسکی پوری زندگی پر توجہ کرتا ہے اور اسی طرح جب اسکی حیات نفسی پر توجہ کریگا تو پوری حیات نفسی پر نظر کریگا، یہ نہین ہوسکتا کہ اسکے ایک شعبہ کو لیلے اور دوسرون سے قطع نظر کرلے، اس بنا پر اسکی نفسیات کے مسائل ہمیشہ کل حیات نفسی سے متعلق رہین گے، یہ خیال بالکل صحیح ہے اور اسی سے یہ تفریع نکلتی ہو کہ جب نفس بشری کے متعلق ہمارے معلومات ایک منضبط و مکمل علم کی صورت مین آجائین گے تو اسوقت یہ علم ان تمام اشخاص کی رہنمائی کریگا جو نفس کی طبعی یا غیر طبعی کسی حالت سے بھی تعلق رکھتے ہین،

لیکن جیسا کہ مین ابھی بیان کرونگا، چونکہ ابتک کوئی نفسیات اس طرح کی موجود نہین، اسلئے چند سال سے برابر علم النفس کا وہ خاص شعبہ تدریجًا عالم وجود مین آرہا ہے جسے نفسیات طبیہ کی اصطلاح سے موسوم کیا جاسکتا ہے، اسمین کوئی شبہہ نہین کہ آج سے ایک صدی کے بعد دور حاضرہ علم النفس کی ترقیون کے لئے یادگار مانا جائیگا، اور اسوقت اس علم کے محسنین مین اطبا کا نام بھی شکر گذاری کے

ساتھ لیا جائیگا، مین یہان اجمالی طور پر اسکا نقشہ کھینچنا چاہتا ہون کہ آیندہ مورخین علم النفس اطبا نفسیین کا کیونکر ذکر کرینگے -

نفسیات طبیہ کا مرتبہ بطور ایک نیم مستقل علم کے سمجھنے کے لئے اس امر پر نظر کرنا ضروری ہے کہ کتابی علم النفس کی گذشتہ صدی کی آخری دہائیون مین کیا حالت تھی، اسوقت کے لئے یہ طنز بالکل بیجا نہین کہ جتنی تعداد ماہرین فن کی تھی اتنے ہی انواع و اقسام کا علم النفس بھی موجود تھا، تاہم اسوقت بھی بعض مذاہب ایسے تھے جنکے متعلق نظری و فلسفیانہ ہونے کے بجائے تجربی اور سائنٹفک ہونیکا دعوی کیا جاتا تھا اور جو دوسرے مذاہب نفسیات پر غالب تھے،

یہ مذاہب حسب ذیل تھے،

(۱) سالمیت یا حسیت [1]

(۲) ایتلافیت [2]

(۳) لذتیت [3]،

حسیت کا مفہوم یہ تھا کہ تمام کیفیات ذہنی جنکے لئے مشترک اصطلاح "تصورات" کی تھی، مادۂ شعور؟ کے دقیق ترین ذرات، یا حسیات بسیط کا مجموعہ و مرکب ہین، اور تصورات کے درمیان باہمی امتیاز کی شے محض انہین اجزاء ترکیبی کی نوعیت و تعداد کا اختلاف ہے،

ایتلافیت کا منشا یہ تھا کہ ترکیب تصورات کے لئے ذرات شعوری کا یہ اجتماع و انضمام، نیز خود تصورات کا باہمی فعل و انفعال تمامتر قانون ایتلاف کے تابع ہے،

[1] Atonisum or Sensationisim,

[2] Associtionism,

[3] Hedonisim,

یہ دونون مذہب ایک دوسرے کے موید بلکہ متمم تھے، اس بنا پر ہمیشہ ان دونون کا لازمی طور پر ساتھ پایا جاتا تھا، انکی صداقت نہایت وسیع حلقون مین مسلّم تھی، نہ صرف اسلئے کہ یہ تخیل بہت سادہ و قریب الفہم تھا بلکہ شاید اسلئے اور زیادہ کہ دماغی ساخت کے متعلق روز افزون معلومات سے موافقت تھی، اور حیات نفسی کے متعلق ایک خالص مادّی و میکانکی فلسفہ قائم کرنے مین اس سے بہت سہولت ہوتی تھی، اسلئے کہ جس طرح تار کی آواز تار ہی کی ایک فعلیت ہوتی ہے، اسی طرح ذرات نفسی، ذرات دماغی کی فعلیت کے نتائج سمجھے جاتے تھے، اور تصورات (یا ان مرکبات ذرات نفسی) کی مثال ستار کی آواز سے دیجاتی تھی، جب کئی تار ایک ساتھ چھیڑ دیئے گئے ہون، ذرات دماغی کے باہمی سلسلہ کی فعلیت کا نام ایتلاف تھا، اور حیات نفسی کے سارے کاروبار کا خلاصہ یہ تھا کہ ذرات دماغی منفرداً و مجموعاً تہیج عصبی سے ارتعاش مین آتے رہتے ہین، اور یہ عصبی و دماغی ارتعاش و لرزش تمامتر اجتماع مادی کے قوانین کی مطابقت مین ہوتی رہتی ہے،

حکمار انگلستان خصوصاً لاک، ہارٹلے، جمیس مل، جان مل، بین و اسپنسر نے ان ہر دو مذاہب کی اشاعت و مقبولیت مین نمایان حصہ لیا،

بعض حکمار کے نزدیک یہی دو اصول ہر عمل اور ہر فکر کی توجیہ کے لئے کافی تھے، اسلئے کہ ان اصول کے مطابق ارادہ کرنیکے معنی اسکے سوا اور کچھ نہ تھے کہ کسی حرکت یا عمل کا تصور نفس مین پیدا ہو، اور یہ تصورات حرکت بھی مثل دیگر تصورات کے قانون ایتلاف ہی کے تابع تھے، اس مسئلہ کو اصطلاح مین نظریۂ تصور محرکہ کہتے تھے جو ہمارے فرنچ رفقاے کار کو دل سے عزیز و محبوب رہا ہے، اور جسپر وہ ہمیشہ ضرورت سے زیادہ زور دیتے رہے ہین، لیکن دوسرے حکمار اس حقیقت کو کیونکر نظر انداز کر سکتے تھے، کہ عموماً انسان محض اسلئے عمل نہین کرتا کہ اسکے ذہن مین عمل کا تصور پیدا ہوتا ہے بلکہ اسلئے کہ اس سے کسی مقصود کا حصول منظور ہوتا ہے، یا کوئی خاص غرض وہ پوری کرنا چاہتا ہے،

اسی غرض یا مقصود اصلی کا نام ان حکمار نے لذت رکھا، بقول ان حکمار کے عمل، سعی و کوشش کے وقت انسان کے لئے محرک ہمیشہ یہی خواہش لذت ہوتی ہے، اسی سے تیسرا مذہب لذتیت کا پیدا ہوا۔

ان کے علاوہ جن مذاہب نفسیات کی بنیاد اصول بالا پر نہ تھی، وہ عموماً بالکل فلسفیانہ و الٰہیاتی انداز پر تھین، اور اسکی اہل نہ تھین کہ اطبار ان مین اختلال عصبی و دماغی کے مسائل کی تلاش کرتے، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اطبار نے تمامتر اسی مادّی مذہب نفسیات کو اختیار کر لیا جسکی بنیاد حیثیت ایتلافیت و لذتیت کے قوانین پر تھی،

لیکن درحقیقت یہ نفسیات، ماہرین امراض دماغی کی ضروریات کے لئے قطعاً ناکافی ثابت ہوئی، اور اسکے نظر فریب اصول، اختلال دماغی کی توجیہ و تعلیل کے معیار پر بالکل ہی پورے نہ اتر سکے،

ماہرین امراض دماغی کے حلقہ مین اس مذہب نفسیات کی مقبولیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مین سے جو افراد تحقیقات و تفتیش کی جانب مائل ہوے وہ اس امر کی جستجو مین پڑ گئے کہ اختلال نفسی کی بنا ر مادّی کیا ہے، یا یہ کہ اختلال نفسی کن امراض عصبی سے پیدا ہوتا ہے، اور جن ممالک مین نفسیات مادّی کا زور تھا، وہین ان مسائل پر بھی زیادہ توجہ ہوئی، یعنی انگلستان و اسکاٹ لینڈ مین، بخلاف اسکے جو اطبا محض طبیات پر متوجہ رہے، انھون نے بجاے فن نفسیات سے مدد لینے کے مسائل نفسی مین اپنی قوت تمیز، عام تجربات اور روزانہ گفتگو سے مدد لیتے رہے، چنانچہ امراض دماغی سے متعلق جو قدیم کتب درسیہ اسوقت تک زیر استعمال ہین، انکے مطالعہ سے اس صورت حال پر کافی روشنی پڑتی ہے اسکی مزید توضیح کے لئے مین تین مشاہیر علما، نفسیات طبیہ کی تصانیف کے حوالہ دونگا جو علی الترتیب جرمن، فرانس، و انگلستان سے تعلق رکھتے ہین،

پروفیسر زاہیہین، جنکی تصانیف نہایت مقبول ہو چکی ہین، اسی مادّی مذہب نفسیات کے علمبردار ہین، جسکے عناصر ثلثہ کا ذکر اوپر آچکا، ان کا دعوی ہے کہ انکی نفسیات، نفسیات عضویاتی ہے،

حالانکہ حقیقۃً اسکی حیثیت بالکل نظری ہے، اور عضویات دماغی کے مشتبہ و مشکوک مسائل پر مبنی ہین، جنکی ایک ماہر امراض دماغی کی نظر مین کوئی وقعت نہین ہوسکتی، اس گروہ نے ایک زمانہ مین یہ دھوم مچادی تھی کہ نفسیات کے اس مذہب نے مرض فقدان تکلم[1] کے متعلق بہت سی گرہین کھول دی ہین، لیکن اب یہ ہر شخص تسلیم کرنے لگا ہے کہ اسکی فتحمندی کا یہ اعلان غیر واقعی تھا، بلکہ عقدہ کشائی کے بجائے اس نے اور زیادہ گرہین ڈال دی تہین،

پروفیسر ژانا کو صحیح طور پر موجودہ نفسیات طبیہ کا بانی یا موسّس کہہ سکتے ہین، اُنھون نے نفسیات مادی کے مبادی و اصول اولیہ کو تسلیم کرکے نظریۂ عمل تصور محرکہ[2] کو خاص اہمیت دی اور مسلۂ افتراق ذہنی[3] کی تشریح و توضیح مین نمایان حصہ لیا، لیکن اگرچہ انکا یہ کارنامہ خاص طور پر قابل وقعت ہے تاہم ان کا کارنامہ بھی ایک بیانی و توضیحی حیثیت سے آگے نہ بڑھتا، اگر وہ مادی نفسیات کے حدود سے تجاوز کرکے ایک جدید مذہب کو اسمین داخل نہ کردیتے جو اسکے بالکل معارض ہے، یعنی یہ مسلہ کہ نفس ایک قوت ترکیبی سے لبریز ہے، جسکی مقدار تغیر پذیر ہے جسکا کام یہ ہے کہ مختلف عناصر حسیہ کو ایک چشمۂ شعور مین متحد رکھے، اور جسمین نقص پڑجانے سے "چشمۂ شعور" مختلف امواج مین منتشر ہوجاتا ہے، اور یہی افتراق ذہنی ہے،

اس ملک (برطانیہ) مین مسلک قدیم سے مسلک جدید تک تغیر کی سب سے نمایان مثال ڈاکٹر مرسیر کی تصانیف مین ملتی ہے، اس طباع مصنف نے نفسیات مادی کی توضیح و تشریح، قوت و اعتماد سے کرنے کے بعد آخر مین یہ راے ظاہر کی کہ مسائل عمل کی عقدہ کشائی مین اس سے مطلق مدد نہین مل سکتی، اسکے بعد بجاے اسکے کہ اصول نفسیات کی از سر نو تنظیم و تدوین کیجائے، ڈاکٹر موصوف یہ تجویز

[1] Aphasia
[2] Ideo. motor theory
[3] mental dissociation

پیش کرتے ہین کہ مسائل عمل سے متعلق ایک مستقل جدید فن مدوّن کیا جائے، جسکا نام عملیات ہو اور ایک کتاب مین مخصوص اسی فن کے مبادیات درج کرتا ہے، اس سے بڑھکر اصول نفسیات مادی کے غیر نافع ولاحاصل ہونے کی شہادت اور کیا مل سکتی ہے؟ ڈاکٹر موصوف نے اپنے اس طرز عمل مین جان اسٹوارٹ مل کی پیروی کی ہے، جس نے ابتداءً اپنے والد کے قائم کردہ اصول نفسیات مادی کی توضیح و تشریح کو اختیار کیا، لیکن جب بعد کو یہ دیکھا کہ انسے مسائل کردار کے حل کرنے مین ذرا بھی مدد نہین ملتی تو اس غرض کے لئے ایک جدید فن، بشریات کی تدوین کی تجویز کی، دائرہ علوم مین یون تاریخ اپنا اعادہ کرتی رہتی ہے،

ان تین مثالون سے ان کثیر التعداد اشخاص کی کوششون کا اندازہ ہوسکیگا، جنھون نے ابتک طب مین نفسیات سے مدد لینے کی سعی ناکام کی ہے، ایسی حالت مین اگر اکثرون نے اختلال نفسی کی تحقیق مین نفسیات مروجہ سے کام لینے کا خیال چھوڑ دیا ہو تو اسپر حیرت نہ کرنا چاہیئے، در اصل یہی ہونا چاہیئے تھا، اسلئے کہ نفسیات مادی کی بندشون کو ایک حد تک توڑنے کے بعد بھی ترقی کا قدم آگے بڑھ سکا ہے، نفسیات مروجہ کے اصول کو ترک کردینے کا یہ لازمی نتیجہ ہوا ہے کہ نفسیات طبیہ کا جدید فن وجود مین آگیا ہے، جو عام و قدیم نفسیات سے بہت کچھ مختلف ہے،

نفسیات طبیہ کے جدید اصول و طرق کی بہترین مثال پروفیسر فرایڈ کی تصانیف مین ملیگی، جنکے معالجات نفسیہ کی بابت جو کچھ بھی راے قائم کیجاے، بہرحال اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ مسائل نفسی کی تحقیقات مین اُنکا خاص حصہ ہے، منطقی نقطۂ خیال سے کہہ سکتے ہین کہ فرایڈ نے نفسیات کا کام طریقۂ معکوس سے شروع کیا، یعنی بجاے اسکے کہ پیشتر حیات نفسی کے اصول اولیہ کی تعیین کرتا، شعور کی تحلیل کرتا، یا اپنی مخصوص مصطلحات کی تعریف کرتا، اس مجتہد و دلیر محقق نے عمل و کردار ہی کے مسایل سے آغاز کار کیا، اور خاص کر اختلال عمل و کردار کے مسائل سے جنکی

مثالین اسکے مریضون نے پوری طرح اسکے پیش نظر کر دی تہین، اس جدید اسلوب تحقیقات نے اسے اس نتیجہ پر پہنچایا ہے کہ کردار انسانی کے بیشتر حصہ کا خواہ طبعی ہو یا غیر طبعی، بحالت صحت ہو یا بحالت مرض، مبدء کوئی محرک عقلیہ یا شاعرہ، یا کوئی ائتلاف تصورات وافکار ہوتا ہی نہین، بلکہ اسکا اصلی باعث محض اندرونی وباطنی قوت فاعلہ ہوتی ہے، جو شعور جلی مین نہین بلکہ صرف شعور خفی مین ایک مبہم احساس واضطراب کی شکل مین ظاہر ہوتی ہے، اس قوت کو وہ شہوت جنسی سے تعبیر کرتا ہے اور چونکہ اسے اس امر کا یقین ہے کہ یہ قوت کردار انسانی پر نہایت عمیق ووسیع، اور عجیب وغریب پیچیدہ واسطون کے ساتھ اثر ڈالتی ہے، اسلئے اس نے اس عنوان کے تحت مین اسکے مماثل دوسری قوتون کو بھی جو اس قوت اصلی کی فعلیت مین کچھ بھی معین ہوتی ہین، جو عام گفتگو مین اسکی شریک ورفیق سمجھی جاتی ہین، شامل کر لیا، قدیم نفسیات مادی کا رد عمل یون ہوا کہ اس نے یہ دو جدید حقائق دریافت کیے :-

(۱) انسانی فکر وعمل کے بیشتر حصہ کا اضطراری وغیر معقول ہونا، اور

(۲) اس قوت محرکہ مین شعور کا دخل برائے نام ہونا۔

نفسیات کی تاریخ مین فرایڈ کا یہ کارنامہ یاد رہیگا کہ اس نے ان حقائق پر زور دیا اور اسی کے ان حقائق پر زور دینے کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ اصول آج نفسیات طبیہ کے لئے بنیاد کار کا کام دے رہے ہین،

فرایڈ نے ان اصول کی جو حمایت ووکالت کی اسمین اس سے چند غلطیون کا بھی ارتکاب ہو گیا

(۱) اولاً یہ کہ اس نے کردار کے بہت سے ایسے حصہ کو بھی شہوت جنسی کا معلول قرار دیا جو فی الحقیقت ایسا نہین ہے، اور اس طرح اس نے اس جذبہ کی قوت بیان کرنے مین بہت مبالغہ سے کام لیا۔

(۲) ثانیاً یہ کہ باوجود نفسیات مادی سے قطعی اختلاف رکھنے کے وہ اپنے تئین اسکے اغلاط سے بالکل محفوظ نہ رہ سکا، اور اغلاط ذیل تو اسمین خاص طور پر باقی رہ گئے،

(الف) مادی جبریت کی تردید کے بجائے فرایڈ اسکا مدعی ہے کہ نفسیات مین پہلی بار اسی نے اس مسئلہ کو مضبوطی کے ساتھ داخل کیا،

(ب) لذتیت کی تردید کے بجائے فرایڈ اس مذہب کو بھی اپنا کر کے پیش کرتا ہے، اور اسے اصول لذت سے موسوم کر کے اسکو کردار وعمل کی اضطراریت کی بنیاد بنانا چاہتا ہے، گو اسکی یہ کوشش ناکام رہتی ہے اور خود اسی کے نظام فلسفہ کی مخالف پڑتی ہے،

(۳) ثالثاً، اسمین ایک بڑا نقص یہ ہے کہ فرایڈ نے نفسیات مروجہ کے قدیم مصطلحات کو تو ترک کر دیا ہے، لیکن خود اپنے قائم کردہ مصطلحات کی پوری تعیین وتوضیح بھی نہین کی ہے، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکا مفہوم اکثر مقامات پر مشتبہ وناصاف رہ گیا ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ بعض مصطلحات جنکی اس نے پوری تعریف نہین کی ہے، اُن سے اس قسم کے معنی پیدا ہوتے ہین کہ گویا وہ محض قوتین یا کیفیات نہین، بلکہ انسانی ہستیان ہین، مثلاً اسکی یہ اصطلاحین "لاشعور، محتسب، پیش شعوری" وغیرہ،

لیکن ان شدید نقائص کے باوجود، اور مذکورہ بالا دو اصول کے علاوہ ہمارے نزدیک اسکی تصانیف نفسیات کی تاریخ مین ایک مستقل مرتبہ رکھتی ہین، اور نفسیات طبیہ مین تو خاص طور پر بیش بہا وقابل وقعت ہین، خصوصاً اسکے مسائل ذیل :-

(۱) یہ کہ تکلیف دہ یادداشتین مسلسل فعلیت کے ساتھ دبائی جاتی رہتی ہین، یہ مسئلہ بمقابلہ پروفیسر ژانا کے اصول ذہنی سے مختلف اور اس سے بدرجہا زاید کار آمد ہے،

(۲) یہ کہ نفس مین سطح شعوری کے نیچے برابر کشمکش جاری رہتی ہے، اور یہی کشمکش بعض اوقات فکر وعمل مین اختلال پیدا کر دیتی ہے،

(۳) خواب، نیز بیداری کے بعض مواقع پر فکر وعمل کا تمثیلی مفہوم اور مذکورہ بالا کشمکش اور دباؤ کے اندازہ کرنے مین انکی اہمیت،

(۴) یہ مسئلہ کہ قوت کی ایک مقدار تصورات کے ساتھ شامل رہتی ہے، اور اسی کے پیمانہ کے مطابق فکر و کردار مین قوت فاعلی پیدا ہوتی رہتی ہے،

یہانتک فرایوڈ کی کوششون کا ذکر تھا، اب ذرا ایک نظر اسپر بھی کرنا چاہیئے کہ دوسرون نے اس شجر مین کیا برگ و بار پیدا کئے، سب سے پہلے اس سلسلہ مین نام ایڈلر کا آتا ہے، جس نے گو اسلوب تحقیق مین فرایوڈ ہی کی بڑی حد تک پیروی کی ہے، تاہم اس سے بالکل مختلف نتائج پر پہنچا ہے اس نے نفسیات طبیہ کے دائرہ مین ان دو عظیم الشان تحریکات کو داخل کیا، جن تک فرایوڈ کی نگاہین نہین پہنچی تھین، اس نے انسان کی زندگی مین اِن دو پر قوت تحریکات کا وجود دریافت کیا ہے ایک انانیت و خودداری کی تحریک، دوسرے کسر نفس و اطاعت کی، اور ان دونون تحریکات پر اُس نے فرایوڈ ہی کے اسلوب کے مطابق غور کر کے یہ حکم لگایا ہے کہ حیات نفسی مین انکی بہت بڑی اہمیت ہے، اور بخلاف فرایوڈ کے، جس نے ہر عصبی اختلال کو تحریک جنسی کا نتیجہ قرار دیا تھا، یہ ان کا سبب انہین تحریکات کی بے راہ روی و غیر طبعی فعلیت کو قرار دیتا ہے، اسمین شبہہ نہین کہ امراض عصبی مین وہ ان تحریکات کی اہمیت کے باب مین کافی مبالغہ سے کام لیتا ہے، تاہم یہ دیکھکر کہ اسنے نفسیات طبیہ مین ان دو حقائق کا انکشاف کیا ہے، ہم اسکے غلو و مبالغہ سے درگذر کر سکتے ہین،

اسی طرح انگلستان ہی کے ایک طبیب نے ایک اور تحریک کا اسی سلسلہ مین انکشاف کیا ہے، مسٹر ڈبلو ٹراٹر نے انسان کی فطرت مین اجتماع پسندی کی تحریک کو دریافت کیا ہے، اور ایک دلچسپ و پر مغز رسالہ مین اُسکے وجود پر فرایوڈ ہی اسلوب سے بحث کی ہے، یعنی بغیر ان مباحث پر غور کئے ہوے کہ اسکی ماہیت کیا ہے؟ اُسکا دائرہ عمل کیا ہے؟ اور اُسکے حدود کیا کیا ہین؟ نفس سکے وجود کو تسلیم کر لیا ہے، اور حیات انسانی مین جہان کہین اجتماعی کاروبار، یا معاشرت باہمی کی براہِ راست یا بالواسطہ کوئی بھی مثال ملی ہے، وہان اسے منطبق کر کے یہ دکھایا ہے کہ ہر انسانی

فعلیت کی خواہ وہ طبعی ہو یا غیر طبعی، بحالت صحت ہو یا بحالت مرض، محرک اصلی یہی تحریک ہوتی ہے

امریکہ کے ایک ماہر فن نے فطرت بشری کی ایک اور اساسی تحریک دریافت کر کے نفسیات طبیہ کا ایک اور قدم آگے بڑھایا ہے، ڈاکٹر بورس سیڈس نے وہی فرایوڈی اسلوب کو اختیار کر کے یہ دکھایا ہے کہ تمام امراض عصبی کا اصلی باعث، اختلال فکر و کردار کا حقیقی سبب خوف ہوتا ہے، نہ کہ جذبہ جنسی (حسب قول فرایوڈ) اور نہ انانیت و خود فراموشی کی تحریک (بقول ایڈلر)

(باقی)

(جرنل آف مینٹل سائنس)

اخبار علمیہ

ماہ گذشتہ مین آکسفرڈ سے ڈاکٹر ڈی، اے، اسمتھ، ال، ال، ڈی کی وفات کی خبر موصول ہوئی ہے ڈاکٹر موصوف مشرقی علوم سے خاص شغف رکھتے تھے، اور تاریخ ہند کے ایک مستند عالم سمجھے جاتے تھے تقریباً ۱۸۷۱ء مین وہ ہندوستان مین ایک سویلین کی حیثیت سے آئے تھے، اور صوبۂ متحدہ کے مختلف اضلاع مین مختلف مناصب پر فایز رہ کر کوئی بیس سال ہوئے پنشن لیکر وطن واپس گئے، ہندوستان کے سی سالہ قیام مین وہ نادر سکہ جات، کتبات وغیرہ بیش بہا تاریخی مواد فراہم کرتے رہے اور ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد اُنھون نے تاریخ ہند پر متعدد تصانیف شایع کین، مثلاً اکبر اعظم، راجہ اشوک کا دور حکومت، وغیرہ جنمین سے بعض کتابین ہندوستانی یونیورسٹیون کے اعلیٰ نصاب درس مین بھی داخل ہین، انکی آخری ضخیم تصنیف "آکسفرڈ ہسٹری آف انڈیا" حال ہی شایع ہوئی تھی رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے تمغون اور دیگر اعزازات سے اُنکی علمی خدمات کا بار بار اعتراف کیا تھا۔

مسٹر ولیم ویسٹفیلڈ نے جو متعدد آلات کے موجد و مخترع ہین، ماہ گذشتہ مین ایک انگریزی کتاب اس عنوان سے شایع کی ہے کہ "کیا زمین گردش محوری کرتی ہے"؟ اور اس سوال کا جواب نفی مین دیا ہے، زمین کی گردش محوری اسوقت علم ہیئت کا ایک بالکل مسلم مسئلہ ہے، مسٹر موصوف نے اسکی تردید کی ہے، اور سکون ارض پر متعدد دلائل قائم کئے ہین، اگرچہ وہ دلائل علمائے فن کے نزدیک ہنوز بالکل غیر تشفی بخش ہین،

اسٹریلیا کے ایک ہواباز کپتان رابرٹس نے آواز کے ذریعہ سے موٹر دن کی نقل و حرکت کا طریقہ دریافت کیا ہے، وہ ایک خاص طریقہ پر سیٹی بجاتا ہے، اور موٹر چلنے لگتی ہے، دوسرے طرز پر بجاتا ہے اور موٹر رک جاتی ہے، ایک تیسرے طریقہ سے بجاتا ہے، اور موٹر کو جدہر موڑنا منظور ہو اُدہر گھوم جاتی ہے، وقس علیٰ ہذا، آواز کی اس جدید قوت کا تجربہ ایک میل کے فاصلہ تک ہو چکا ہے۔

چاند کے آباد و غیر آباد ہونے کا مسئلہ مدت سے زیر بحث چلا آتا ہے، عرصہ ہوا بعض علمائے ہیئت نے اپنا خیال ظاہر کیا تہا کہ کرۂ ماہتاب مین سمندر اور نہرین موجود ہین، اسکے بعد اس خیال کی تردید کیگئی، اور ہیئت دانون نے فیصلہ کیا کہ چاند مین سمندر ہونا کیا معنی پانی کا ایک قطرہ بھی موجود نہین، اور یہ جو قوی دوربینون کی مدد سے سطح ماہتاب پر شکنین اور دراڑین سی پڑی ہوئی نظر آتی ہین، یہ پانی کی نہرین نہین، بلکہ خشک آتشی مادّہ (لاوا) اور خاکستر کی چادرین ہین جو آتش فشان پہاڑون کے بند ہو جانے کے بعد سطح پر جم گئی ہین، چند روز پیشتر تک یہ فیصلہ طے شدہ سمجھا جاتا تہا لیکن جدید ترین معلومات و انکشافات نے پھر ایک بار اس راے مین تزلزل پیدا کر دیا ہی، ابکی بار امریکہ کے مشہور ماہر فلکیات پروفیسر پیکرنگ نے وثوق و تیقن کے ساتھ یہ دعویٰ، مشاہدات ہیئت کی بنا پر پیش کیا ہے کہ چاند مین آبادی کا وجود ہے، آکسفرڈ یونیورسٹی کے استاد طبیعیات پروفیسر فریڈرک سوڈی نے آجکل دوسری قسم کے دلائل یعنی طبیعی و کیمیائی شواہد کی بنا پر بھی اسی نتیجہ کی تائید کی ہے،

ماہتاب کے آباد و غیر آباد ہونیکے علاوہ، دوسرا مسئلہ جو اسوقت سائنس دانون کے پیش نظر ہو اور جس نے اس سے بھی زاید یورپ کے ہر حلقہ مین دلچسپی پیدا کر رکھی ہے، وہ مریخ و کرۂ ارض کے

باہمی تعلق کا ہے، پروفیسر لاول نے غیر معمولی قوت کی دوربینون کی مشاہدات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مریخ مین مصنوعی نہرون کا سلسلہ نہایت طویل موجود ہے، پس جس کرہ کی مخلوق انجینیرنگ مین استقدر کمال رکھتی ہے، اگر وہ باشندگان ارض سے بھی نامہ و پیام کا کوئی طریقہ دریافت کرسکے تو تعجب انگیز نہین، ساتھ ہی آلات لاسلکی (بے تار کی تار برقی) مین بھی برابر بعض عجیب قسم کی آوازین محسوس ہورہی تھین، اور صرف ایک ہی مقام پر نہین، بلکہ یکسان قوت کے ساتھ ایسے دور دراز مقامات پر بھی جیسے کہ لندن و نیویارک ہین (جنکا درمیانی فاصلہ ۳۲۰۰ میل ہے) ان آوازون کا مبدء و ماخذ سطح زمین کا کوئی مقام نہین معلوم ہوتا، پروفیسر مارکونی جو سلسلۂ لاسلکی کے موجد و مخترع ہین انکا خیال ہے کہ ممکن ہے یہ آوازین بعض طبعی اسباب سے خود بخود آفتاب سے پیدا ہوتی ہون، ممکن ہے کہ ماہتاب سے آتی ہون، اور اسی طرح ممکن ہے کہ کسی اور سیارہ مثلاً مریخ سے آتی ہون، بعض دیگر حکما و ماہرین فن اس رائے کے موید ہین اور بعض مخالف۔ (معارف کے آیندہ نمبر مین مختلف علماء فن کی رائین اس باب مین درج کیجائینگی)،

میساچوسٹس (امریکہ) کے انسٹیٹیوٹ آف ٹکنالوجی کے شعبۂ طبیعیات کے مہتمم اعلی پروفیسر ڈرنے ماہ دسمبر مین اعلان کیا کہ کرۂ ارض کا وزن .... ۱۶۲ من ہے! ان اعداد کو الفاظ مین ظاہر کرنے کے لئے علم الحساب مین کوئی اصطلاح نہین ہے،

نوع انسان کی تقسیم تین بڑی نسلون مین ہے، منگولی (یا اولاد سام) حبشی (یا اولاد حام) اور آریہ (یا اولاد یافث) جغرافیہ کی اصطلاح مین ان ہر سہ اقوام اصلیہ کا وطن، علی الترتیب چین، افریقہ و یورپ سمجھا جاتا ہے، اور دنیا کی باقی اقوام، انہین اقوام اصلیہ کی شاخین تسلیم کیجاتی ہین جو انکی باہمی

ترکیب و اختلاط کے نتائج ہین، حکماے مغرب کے سامنے یہ مسئلہ مدت سے مختلف فیہ چلا آتا ہے کہ آخران مین یہ تفریق و تنوع کن اسباب کی بنا پر ہے، قانون انتخاب طبعی کی مدد سے بھی یہ مسئلہ پوری طرح حل نہین ہوتا، حال مین علم الانسان کے ایک بہت بڑے ماہر پروفیسر آرتھر کیتھ نے اپنا خیال یہ ظاہر کیا ہے کہ اس تنوع و اختلاف کے اصلی باعث جسم انسانی کے بعض غدود ہین، جنہین اصطلاح طب مین (Ductless Glands) کیا جاتا ہے، بناء تفریق زیادہ تر جلد اور بالون کے رنگ کے اختلاف پر قائم کیگئی ہے، منگولی نسل کا رنگ زرد ہوتا ہے، حبشی نسل کا سیاہ، اور آریہ نسل کا سرخ و سفید، اسی طرح کا اختلاف تینون نسلون کے بالون مین ہوتا ہے، پروفیسر کیتھ کہتے ہین کہ یہ سب اختلافات انہین غدود کی فعلیت کے نتائج ہین، چنانچہ آریہ نسل کے جن افراد کے غدود رقیہ کی فعلیت سست ہوتی ہے، انکا رنگ مثل منگولیون کے زرد ہوتا ہے، یا جنہین غدود نخامیہ کے افعال معطل ہوجاتے ہین وہ بلحاظ قد و قامت بالکل پست ہوکر رہ جاتے ہین، وقس علی ہذا۔

صوبہ متحدہ کی گذشتہ سالانہ تعلیمی رپورٹ مین حسب معمول مختلف امور کے متعلق اعداد و شمار درج ہین، ذیل مین بعض ابواب کے متعلق سال پیوستہ کے اعداد کے ساتھ وہ درج کئے جاتے ہین کہ اس سے صوبہ کی تعلیمی رفتار کا کسیقدر اندازہ ہوسکیگا۔

	سال گذشتہ ۱۶-۱۹۱۵ء	سال پیوستہ ۱۷-۱۹۱۶ء
ہر قسم کی درسگاہون کی مجموعی تعداد	۱۷۹۶۹	۱۷۹۷۵ (تنزل)
مجموعی تعداد طلبہ	۹۲۲۴۶۷۹	۹۱۸۲۵۸ (اضافہ)
تعداد طلبہ مدارس سرکاری	اضافہ بقدر	۱۶۱۱۶
تعداد مدارس سرکاری	؍؍	۷۱۷

تعداد طلبہ مدارس خانگی	تنزل بقدر	۹۶۹۵	
تعداد مدارس خانگی	"	۷۲۳	
میزان مصارف تعلیم	۱۷۲۳۷۴۵۰	۱۵۲۸۹۱۷۹	(اضافہ)
تعداد طلبہ کالج	۴۷۷۳	۵۰۶۴	(تنزل)
تعداد طلبہ ہائی اسکول	۸۹۰۳۷	۹۱۱۷۷	(تنزل)
تعداد طلبہ مدارس ابتدائی	۷۲۵۶۴۲	۷۰۶۷۲۹	(اضافہ)

تلخیص و تبصرہ

یوسف و زلیخا

مصر مین بعض علمار آثار قدیمہ کو حال مین بوسیدہ چرمی کاغذات پر یونانی و شامی خط مین حضرت یوسف و زلیخا کا قصہ عشق مندرج دستیاب ہوا ہے، جو عبرانی زبان سے ترجمہ شدہ معلوم ہوتا ہے، رسالہ پاپولر سائنس سفتنگر نے اپنے صفحات مین اس کتبہ کے مفصل اقتباسات شایع کئے ہین، اس قصہ سے مسلمان و عیسائی اگرچہ اپنی مذہبی کتابون کے واسطہ سے بخوبی واقف ہوچکے ہین، تاہم اس نو دریافت کتبہ کے بعض جزئیات بھی لطف و دلچسپی سے خالی نہین،

کتبہ مین درج ہے کہ فرعون مصر کا نائب السلطنت پنٹیفرس، شہر ہیلیوپولس کا مقتداے مذہبی، نہایت متمول و حکیم وقت تھا، اسکی ایک لڑکی زلیخا، جسکا سن اٹھارہ سال کا تھا، حسن و جمال و رعنائی مین اپنا نظیر روے زمین پر نہین رکھتی تھی، تناسب اعضا، شکل و صورت، محبوبی و دلکشی، ہر حیثیت سے وہ عدیم المثال تھی، وہ ایک بلند قلعہ مین رہتی تھی، اور کسی مرد کی اس تک رسائی نہ تھی، بہ کثرت امرا اور شہزادون نے اسکی خواستگاری کی، لیکن اس نے ہر پیام کا جواب سخت انکار سے دیا،

جب اسکے والد کو خبر ہوئی کہ یوسف، ہفت سالہ خوشحالی و سرسبزی کے زمانہ مین ذخائر غلہ فراہم کرنے کے سلسلہ مین اسکے شہر مین آرہے ہین، تو اس نے یہ طے کرلیا کہ اسکی لڑکی مصر کے اس جدید رکن اعظم کے ازدواج مین آئیگی، چنانچہ اس نے اپنی لڑکی کے پاس آکر کہا کہ "بیٹی، خدا کا برگزیدہ یوسف، جو اسوقت تمام مملکت مصر کا حکمران ہے، آج ہمارے شہر مین قدم رکھ رہا ہے

یہ یوسف خدا کی پرستش کرتا ہے، اور علم و حکمت مین اسکا پایہ بہت بلند ہے، پس اے میری پیاری بیٹی، تو تیار رہ کہ مین تیری شادی اسکے ساتھ کردونگا اور آیندہ سے تو اسکی عروس اور وہ تیرا شوہر ہوگا"

اسپر زلیخا بہت برہم ہوئی اور بولی کہ "ابا جان، آپ یہ کیا فرما رہے ہین، کیا آپ مجھے ایسے شخص کی اسیری مین دیدینا چاہتے ہین جو باہر کا ہے، جس نے ہمارے ملک مین آکر پناہ لی ہے، اور جو غلام کی حیثیت سے فروخت ہوچکا ہے"؟

لیکن یہ سارا غرور اور ساری خود بینی اسی وقت تک تھی جب تک جمال یوسفی پر نظر نہین پڑی تھی، لیکن جب ایک مرتبہ آنکھین چار ہوگیئن تو پہلو مین نہ دل تھا اور نہ اب وہ زلیخا پہلی زلیخا تھی -

" جب زلیخا نے یوسف کو دریچہ سے جھانک کر دیکھا تو فوراً اسکا دل بجھ گیا اور روح لرزنے لگی، اسکے اعضا رہلنے لگے، اور اسکا جسم کانپنے لگا . . . . . اس نے آہ سرد بھر کر اپنے دل مین کہا کہ ہاے میری کیسی کمبختی آگئی، مین بدنصیب اب اس سے کہان چھپ سکتی ہون! اور اب یوسف زندہ خدا میرے اوپر نظر کیونکر کریگا، کہ مین اسکی بابت کیسے سخت الفاظ زبان سے نکال چکی ہون، ہاے میری کیسی شامت آئی ہے: مین اس سے بھاگ کر اور چھپ کر اب رہ کہان سکتی ہون اسلئے کہ وہ ہر پوشیدہ مقام کو دیکھ سکتا اور ہر بھید کو جان جاتا ہے، اُسکے نور باطن سے کوئی شے مخفی و مستور نہین، اب مجھ پر خداے یوسف ہی رحم کرے، اور مین نے نادانستہ جو ناشائستہ کلمات یوسف کے حق مین کہے ہین، انہین معاف کرے، کاش ابا جان مجھے اسکی خادمہ و کنیز بنا کر دیدین اور مین ہمیشہ اسکی کنیزی کرتی رہونگی،

جب یوسف پنٹیفرس کے مکان مین آکر کرسی پر بیٹھے تو انھون نے دیکھا کہ زلیخا انہین تانکے جھانک رہی ہے، اور انھون نے پنٹیفرس سے پوچھا کہ وہ بالاخانہ پر دریچہ سے کون عورت مجھے جھانک رہی ہے اسے اپنے گھر سے نکال دیجئے، ورنہ وہ کہین مجھے دق نہ کرے" یہ یوسف نے

اس لئے کہا کہ اس سے پیشتر امرا و شہزادگان مصر کی بھی بہ کثرت بیویان اور لڑکیان یوسف پر دارفتہ ہوچکی تھین، نیز عام باشندگان مصر کی بھی بہ کثرت بیویان اور لڑکیان ان پر عاشق ہوچکی تھین "۔

زلیخا کا باپ ایک جہاندیدہ شخص تھا اُس نے جواب دیا،

" حضور، یہ لڑکی کوئی غیر نہین، بلکہ بندہ زادی ہے، جسے مرد کی صورت سے نفرت ہے اور حضور پہلے مرد ہین جنکی نظر اسکے چہرہ پر پڑی ہے، اگر مرضی مبارک ہو تو وہ حاضر ہوکر حضور سے شرف مکالمت حاصل کرے، اسلئے کہ وہ حضور کی بہن ہوئی"۔

حضرت یوسف یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اُنھون نے کہا کہ

"جب وہ آپکی لڑکی، اور مرد بیزار دوشیزہ ہے تو بیشک میری بہن ہوئی، اسے بلائیے اور آج مین بھی اُسکے ساتھ مثل اپنی بہن کے محبت کرتا ہون"۔

اس پر زلیخا کی مان اُسے اپنے ہمراہ لے آئی اور باپ نے اسے حکم دیا:-

" بیٹی، اپنے بھائی کا بوسہ لے کہ وہ بھی تیری طرح پاکدامن ہے، اور جس طرح تو غیر مرد سے بیزار رہتی ہے وہ غیر عورت کی صورت سے بیزار رہتا ہے"۔

" زلیخا نے آتے ہی یوسف سے کہا "مرحبا، اے خداے اعظم و برتر کے برگزیدہ، مرحبا"۔

یوسف نے جواب دیا کہ اے دوشیزہ، خداے توانا کی تجھپر رحمت"۔

اسکے بعد زلیخا کو پھر فرمان پدری ملا کہ یوسف کے قریب آکر انکا بوسہ لے، مگر جب وہ اُس حکم کی تعمیل کرنے لگی تو حضرت یوسف نے ہاتھ سے اُسے روک کر کہا کہ

"اُس شخص کے لئے جو خدا کی پرستش کرتا ہے، اور جو زندہ خدا سے برکت چاہتا ہے یہ جائز نہین ہے کہ ایک غیر عورت کا جو مردہ، اصم اصنام سے برکت چاہتی ہے، بوسہ لے البتہ جو شخص

خداپرست ہے وہ اپنی والدہ اور اپنی ہمشیر کا جواسکی ہم خاندان ہوتی ہے، نیز اپنی بیوی کا جو اسکی شریک بستر ہوتی ہے، بوسہ لے سکتا ہے، اِسلئے کہ وہ سب زندہ خدا سے برکت چاہتی ہین، علی ہذا اس عورت کے لئے بھی جو خدا کی پرستش کرتی ہے، یہ جائز نہین کہ وہ غیر مرد کا بوسہ لے کہ یہ خداوند تعالیٰ کی ٹھرائی ہوئی معصیت ہے"

یہ کلمات سن کر زلیخا مضطرب ہوئی اور یوسف پر نظر جما کر آہِ سرد بھرنے لگی اور آبدیدہ ہوائی اسکی اس حالت پر حضرت یوسف کو بھی رحم آگیا کیونکہ

"وہ مہربان، رحمدل وخداترس تھے، اُنہون نے زلیخا کے سر کے اوپر اپنا داہنا ہاتھ اُٹھاکر کہا، اے میرے باپ اسرائیل کے خدا، ایزدِ بلند وعلا، جو ہر شے کو چلاتا ہے، اور ظلمت سے نور، ناحق سے حق، اور موت سے حیات پیدا کرتا رہتا ہے، تو اس دوشیزہ کو اپنی برکت عطا کر، اپنی قدرت سے اُسے راہ راست دکھا، اور اُسکا شمار ان اشخاص مین کر جو مخلوقاتِ عالم کی تخلیق سے پیشتر تیری نظر مین برگزیدہ ہوچکے ہین"

زلیخا اس دعاء یوسفی سے نہایت متاثر و مسرور ہوئی، پلٹ کر جب وہ اپنے کمرہ مین آئی تو اُسے ضعف محسوس ہورہا تھا، غم ومسرت وخوف کے مشترک جذبات نے اسکے دماغ مین ایک تلاطم برپا کر رکھا تھا، وہ اپنے پلنگ پر لیٹ گئی، خداوند تعالیٰ کے ذکر سے اسکے جسم پر پسینہ جاری ہوگیا، اور پہلی بار اس نے اپنے قدیم ومحبوب بتون کی طرف سے اعراض کیا، حضرت یوسف بھی باوجود میزبان کے اصرار شدید کے اسی روز شہر سے روانہ ہوگئے، البتہ میزبان کی خاطر سے ایک ہفتہ بعد واپسی کا وعدہ کرگئے، انکے جاتے ہی زلیخا نے کھانا پانی سب ترک کردیا، رات بھر تنہا جاگتی، ہر وقت زار وقطار روتی، اور اکثر سینہ کوبی کرتی رہتی، اور جب سہیلیان استفسار حال پر زیادہ مصر ہوتین تو انہین اپنے پاس سے شدید دردسر واعضاشکنی وغیرہ کا عذر کرکے ہٹادیتی، بالآخر ایک روز،

"اپنے کمرون سے ان بیشمار مورتون کو اُٹھا کر جو سیم وزر کی بنی ہوئی تھین اور جنکی وہ پرستش کیا کرتی تھی، ریزہ ریزہ کرڈالا، اور چاندی سونے کے ٹکڑے گداگرون اور محتاجون کو تقسیم کردیئے"

آٹھ روز تک پیہم بے آب ودانہ رہنے کے بعد زلیخا نے خداپرستی کا ارادہ کرلیا اور اپنے نفس سے کہا کہ

"سنتی ہون اسرائیلیون کا خدا، سچا، زندہ، رحیم ورحمٰن، اور رحم وکرم کا سرچشمہ ہے، مین بھی اسی کے پناہ مین آتی ہون"

یہ ٹھان کر اس نے بکمال خضوع وخشوع مناجات کی، اسکے بعد اُسے فرشتہ میکائیل کی شکل نظر آئی، جس نے اسے یوسف کے ازدواج مین آنے کی بشارت دی، یہ فرشتہ براق نور پر سوار ہوکر آسمان سے اُترا تھا، اور اُسکی شکل بالکل حضرت یوسف سے مشابہ تھی، بجز اسکے کہ اُسکی آنکھین مثل آفتاب کے روشن تھین، اُسکے بال مشعل کی طرح مشتعل تھے، اور اُسکا چہرہ مثل بجلی کے چمکتا تھا،

بہرحال اس بشارت کے بعد حضرت یوسف پھر زلیخا کے شہر مین آئے، دونون کی یکجائی ہوئی، اور زلیخا عقیدۂ توحید کی قایل اور بت پرستی سے دست بردار ہوکر اُنکے عقد مین آئین، نکاح کا اہتمام خود فرعون مصر نے کیا، اور ایک ہفتہ تک تمام مملکت مین شاہی تزک واحتشام کے ساتھ جشن ہائے مسرت منعقد ہوتے رہے،

اصل کتبہ کا پورا ترجمہ انجمن اشاعت علوم مسیحیہ (سوسائٹی فار پروموٹنگ کرسچین نالج) کی جانب سے انگریزی مین شایع ہوا ہے،

ادبیات

مرثیۂ غالب

از سالک مرحوم دہلوی

شب کو اختر شمار ہوتا تھا
رونا آنکھون مین تار ہوتا تھا

اب کہان گل فشانی مضمون
خامہ حسرت نگار ہوتا تھا

شب، شبِ انتظار رہتی ہے
روز، روزِ شمار ہوتا تھا

حشر برپا ہوا تو خوب ہوا
یہ بھی اے روزگار ہوتا تھا

کیون برآے مری کوئی امید
نا امیدی شعار ہوتا تھا

نفسِ چند کیون رہے باقی
دہر مین شرمسار ہوتا تھا

ہر ستم میرے واسطے ای چرخ
خنجرِ آبدار ہوتا تھا

تیغ بیداد تیز ہوتی تھی
اور مجہپر بھی وار ہوتا تھا

نغمہ سنجِ نشاط کیا ہوتا
زیرلب بار بار ہوتا تھا

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

اب نہین ہوش مین رہا کوئی
کیا مرا حال پوچہتا کوئی

کوئی آزارِ چرخ کا گلہ مند
شاکیٔ بخت نارسا کوئی

چشم تر سے ہے کوئی طوفان خیز
ضبط سے ہے بھرا ہوا کوئی

ہے کسی کی فغان شرر افشان
سوزِ پنہان سے جل گیا کوئی

جو نہ مانگے کبھی کوئی مہجور
لب پہ لاتا ہے وہ دعا کوئی

اپنے عالم مین مبتلا ہے جہان
کوئی دشمن نہ آشنا کوئی

نہین چہٹنے کی زندگانی تک
غم کی سمجہا نہ انتہا کوئی

راز اتنا تو کہولدے مجہپر
نہین اسرار دان رہا کوئی

اب یہ کیون آسمان کو ہے گردش
فتنہ اس سے بھی ہے سوا کوئی

رشک عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

جسمین رہتا تہا ہائے جلوۂ یار
ہے وہی آنکہہ غم سے طوفان بار

تہا سکون مین جو مرکزِ خاکی
نہین اس دل کو مثلِ برق قرار

جان لب پر کبھی نہ آئی تھی
اب لبون سے بھی ہوگئے بیزار

اب وہ پیمانۂ حیات ہوا
زیبِ کف تہا جو ساغرِ سرشار

یک نفس زندگی محال ہوئی
کاش آسان ہو مردن دشوار

رات بدتر ہے روز ماتم سے
روز ظلمت مین غیرتِ شبِ تار

مرگ کا اب خدا سے طالب ہون
پہلے کیا کیا تھے مانگنے مین عار

زہر کہانے مین خوف تہا کیا کیا
اب سمجہتا ہون چارۂ آزار

سبب گریہ پوچہتے ہین لوگ
مجہکو کہنا پڑا یہی ناچار

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

نہ کرون گا علاج دردِ جگر | زندگی موت سے نہین بہتر
دلِ گم گشتہ کا کہون کیا حال | کہ مجھے جان کی نہین ہے خبر
سطحِ خاک کی الٰہی خیر | آج رُکتا نہین ہے دیدۂ تر
شمعِ بزمِ سخن کی خاموشی | دے گئی نالہاے صور اثر
یہ کس آتش زبان کا مرنا آہ | کر گیا برق سے سوا مضطر
کشتِ اُمید ہو گئی تاراج | خرمنِ صبر پر چلی صرصر
نخلِ حرمان مین تازگی آئی | شجرِ آرزو ہوا ہے بر
مجھپہ سو بار حشر بھی گذرا | پر نہ اس حادثہ سے تھا بڑھکر
ہو گیا ہے مرا یہ تکیہ کلام | پہلے ہر بات سے یہی لب پر

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

خضرِ راہِ سخن جہان سے گیا | ہادیٔ راہ، کاروان سے گیا
مرگ کا زندگی مین تھا کھٹکا | یہ بھی غم ہاے جاودان سے گیا
شعلے ہر بات مین نکلتے ہین | ضبط اب سوزشِ نہان سے گیا
شکر ہے موت جلد اگر آجائے | شکوہ اب مرگِ ناگہان سے گیا
دہر ہی پر نہین ہے رونقِ دہر | باعثِ زیبِ دہر یان سے گیا
گل مین لیکن نہین بہارِ نظر | رنگ گویا کہ گلستان سے گیا
دل ہے لیکن نہین ہے دل کو قرار | صبر گویا کہ اپنی جان سے گیا
خاک مین مل گیا عروجِ سخن | مہرِ معنی کے آسمان سے گیا

یاد ہے وہ عذوبتِ گفتار | اب سخن کا مزا زبان سے گیا

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

غم استاد ہے اگر یہ ہی | یا خدا کیونکہ زندگی ہوگی
مبتلاے الم ہون کیا جانون | عیش کیا شے ہے اور خوشی کیسی
دمبدم اپنے حال پر رویا | اور رونے پہ گاہ گاہ ہنسی
مین ہون اور رنجِ بیکسی افسوس | وہ بھی دن تھے کہ خوش گذرتی تھی
ایکدن دہر مین مری فریاد | ہاے ہو جائیگی کہانی سی
آسمان گر پڑے تو گرنے دو | سر پر اور ایک بوجھ یہ بھی سہی
شق اگر ہو زمین تو ہو جائے | مین ہون پیوند کاش جیتے جی
کیجیے نالہ اور مر رہیے | زندگی کی ہے کائنات یہی
کیا کہون کون مر گیا سالک | آپ کہتے ہین طالب و عرفی

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

(غزل)

چہرے تک اُنکے مست گئی بیخبر گئی | جب جب گئی نگاہ بنوعِ دگر گئی
دشوار ہو گئے ہین اشارے بھی ضعف مین | اس کام سے بھی اب تو ہماری نظر گئی
سامانِ غم بھی ہجر کی شب منتشر ہوا | تڑپے تو آنسوؤن کی لڑی بھی بکھر گئی
تھی جسکی جستجو وہ اگرچہ نہین ملا | لیکن مری نگاہ سے دنیا گذر گئی
یوسف کو سستے دام زلیخا نے لیلیا | تقدیر تھی جو حُسن کی قیمت ٹھہر گئی

عبدالسلام ندوی

باب التقریظ والانتقاد

مذہب وعقلیات

زمانۂ جنگ مین جذبات کے تلاطم سے انسان کے ہوش وحواس بہت کم بجا رہتے ہین اسلئے وہ اس حالت مین بہت سی ایسی باتین کرگذرتا ہے جس پر بعد کو اُسے خود ہنسی آتی ہے، جنگ درحقیقت اس وقت شروع ہوتی ہے، جب دو قومون یا دو شخصون کے حقوق اور مقاصد واغراض مین تصادم ہوتا ہے لیکن کوئی مہذب سے مہذب شخص بھی صرف ان حقوق کو اپنا نقطۂ نظر نہین ٹھراتا بلکہ اس حد سے آگے بڑھنا چاہتا ہے، اور یہین سے ان افعال کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جو قانون شکنی کا لازمی نتیجہ ہین، مثلاً اگر دو قومون یا دو شخصون مین سرحد کے متعلق جنگ ہو تو صرف اس سرحد کی واپسی پر قناعت نہین کیجاتی، بلکہ دونون فریق اپنے حریف کے دارالسلطنت تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہین، حالانکہ ابتداء مین وہ مابہ النزاع نہ تھا،

فلسفہ ومذہب کی جنگ بھی اسی قسم کی جنگ ہے، مسلمانون مین اول اول جب فلسفۂ یونان کی کتابین ترجمہ ہوکر شایع ہوئین تو اُنکو ایک الگ دنیا نظر آئی، اُنھون نے دیکھا کہ فلسفہ نے اُن حدود مین قدم رکھا ہے جنکو اسلام نے ممنوع قرار دیا تھا، اُنکو نظر آیا کہ فلسفہ نے ان جامد خیالات مین حرکت پیدا کردی ہے جنکو اسلام نے نہایت ٹھوس بنادیا تھا، اِسلئے مسلمانون کی ایک خالص مذہبی جماعت نے فلسفہ کی تعلیم کو حرام قرار دیا اور علامۂ سیوطی نے منطق جیسی قطعی ومفید چیز کو انہی محرمات کی فہرست مین داخل کردیا، لیکن آزاد خیال مسلمانون کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جو فلسفیانہ مسائل کا مطالعہ کرتی تھی اور ان مسائل کی رنگینی نے اسکو اپنا فریفتہ بنالیا تھا، اسلئے لازمی طور پر دونون مین جنگ ہوئی اور نتیجہ

وہی ہوا جو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے، اگر اس جنگ کی تاریخ معلوم ہوتی تو یہ فیصلہ کیا جاسکتا کہ اصلی مابہ النزاع چیز کیا تھی جسپر یہ ہنگامہ برپا ہوا، لیکن سردست تو امام رازی کی شرح اشارات مین ہمکو صرف یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ دشمن کی زمین کا چپہ چپہ فتح کرلیا گیا ہے، اور حریف مین اب اتنی سکت نہین کہ اپنی زمین کے ایک ٹکڑے کو بھی واپس لے سکے، لیکن بعض اشخاص ایسے بھی ہوتے ہین جنکی نگاہ اس ہنگامہ مین بھی اصل حقیقت پر پڑتی ہے، اور وہ فریقین کے حدود کی صحیح تعین کردیتے ہین، جہان سے ہر ایک کو بڑھنا، اور بڑھکر ایک حد تک ٹھر جانا چاہیئے، اسلام مین امام غزالی پہلے شخص ہین جنھون نے یہ خدمت انجام دی اور فلسفہ کے اُن مسائل کی تعین کی جو حقیقی طور پر مذہب کے مخالف تھے، ان کے علاوہ بہت سے مسائل کو صحیح ثابت کیا اور بہت سے مسائل کو غیر جانبدار قرار دیا جنکو مذہب سے نہ دوستی ہوسکتی نہ مخالفت۔

جدید دور ترقی مین جب تاریخ نے اپنے آپکو دوبارہ دہرایا، اور مذہب، سائنس اور فلسفہ مین ایک عالمگیر جنگ شروع ہوئی تو جیسا کہ ہمیشہ دوران جنگ مین ہوا کرتا ہے، جذبات کے تلاطم نے حق وباطل کی تمیز بالکل اُٹھا دی، اور فریقین نے ایک عام حملہ شروع کردیا، لیکن یہ زمانہ مسلمانون کے انحطاط کا زمانہ تھا، اِسلئے یہ ہمت تو نہین ہوئی کہ امام رازی کی طرح موجودہ فلسفہ وسائنس کے پرخچے اڑا دیئے جاتے بلکہ اُسکے سامنے مجبورانہ سر اطاعت خم کردیا گیا، اور اسلام کے جو مسائل بظاہر فلسفہ وسائنس کے مخالف نظر آتے تھے انکو انھی کے مطابق کرنے کی کوشش کیگئی، یہانتک کہ بہت سے لوگون کو خود قرآن مجید مین فلسفہ کے بہت سے دقیق اور معرکۃ الآرا مسائل کی تشریح نظر آنے لگی، لیکن یہ سب کچھ ضعف عقلی، اور محض مرعوبیت کا نتیجہ تھا، اگر آزادی سے کام لیا جاتا تو سب سے پہلے مابہ النزاع کی تعین درکار تھی، جو صرف ایک نکتہ سنج اور غیر متاثر دماغ ہی کرسکتا تھا،

علامۂ شبلی پہلے شخص ہین جنھون نے یہ خدمت انجام دی اور الکلام مین تصریح ثابت کیا کہ سائنس

و مذہب کے حدود بالکل الگ الگ ہین، و دونون مین جنگ کا امکان ہی نہین ہوسکتا، فلسفہ البتہ مذہب سے ٹکراتا ہے لیکن وہ کوئی یقینی چیز نہین، ہمارے دوست پروفیسر عبدالباری ندوی نے اپنے ایک لکچر مین جواب "مذہب و عقلیات" کے نام سے شایع ہوا ہے، اس مسئلہ کو اور بھی واضح کیا ہے، اور نہایت تفصیل کے ساتھ فلسفہ، مذہب، اور سائنس کے حدود بتائے ہین، ان اسباب کی تشریح کی ہے جس نے یہ جنگ برپا کرائی، اور اسی کے ساتھ فلسفہ کے تمام اسکول کی تعداد بتائی ہے اور ان مین اس اسکول کو متعین کیا ہے جو درحقیقت مذہب کا حریف ہوسکتا ہے، انکے نزدیک سائنس تو کسی طرح مذہب کا مخالف نہین ہوسکتا، البتہ فلسفہ کے چار مشہور اسکولون مین (ثنویت، تصوریت یا روحیت، مادیت، ارتیابیت) دو اول الذکر تو خود مذہب کے حامی ہین، تیسرا یعنی مادیین کا اسکول البتہ مذہب کا حریف ہے، اور ارتیابیت نہ مذہب کا دوست ہے نہ دشمن، لیکن ہم نہین سمجھ سکتے کہ انھون نے فلسفہ تشکیک کو کیون اس معرکہ سے الگ رکھا ہے؟ مذہب کا تمامتر دار و مدار اذعان و یقین پر ہے، اور قرآن مجید نے صاف صاف کہدیا ہے کہ الم ذٰلک الکتاب لاریب فیہ متعدد آیات مین شک کرنے والون کی برائی کیگئی ہے اور ان سے پوچھا گیا ہے کہ کیا تم اس خدا کی نسبت شک کرتے ہو جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے، ایسی حالت مین تو وہ مذہب کا سب سے زیادہ مخالف قرار دیا جاسکتا ہے، خود ہمارے متکلمین نے اس اسکول کو سب سے زیادہ خطرناک خیال کیا ہے، انکے نزدیک فلسفہ کے اور اسکول تو ایک چیز کے مدعی ہوتے ہین اور اسکو دلائل سے ثابت کرتے ہین، فریق مخالف اگر ان کے مقابل مین کامیاب نہین ہوسکتا تو کم از کم انکے دلائل کے تردید کی ہمت تو کرسکتا ہے، لیکن ایک لاادری تو بالکل نقادمت مجہولہ کے اصول پر عمل کرتا ہے، مذہب کہتا ہے کہ تم جانو کیونکہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہین ہین، لیکن ایک لاادری صرف ایک لفظ "نہین جانتے" سے مذہب کی اس تعلیم کو بالکل رد کردیتا ہے، ہم اس نہ جاننے کی وجہ پوچھتے ہین تاکہ دلیل کا

مقابلہ دلیل سے کیا جائے، لیکن پھر وہ اسی رٹے ہوئے فقرے کو دہرا دیتا ہے، اب ہمارے پاس اسکا کیا جواب ہے؟ ہم اسکو دشمن سمجھتے ہین لیکن دشمنون کی طرح اس سے لڑ نہین سکتے، مادیت جسکو ہمارے دوست مذہب کا اصلی حریف سمجھتے ہین، سائنس کے موجودہ انکشافات سے انکے نزدیک اسکو اور بھی تقویت حاصل ہوئی ہے، اور درحقیقت ہمارے زمانہ مین مذہبی عقاید مین جو تزلزل پیدا کیا ہے وہ اسی مذہب نے پیدا کیا ہے اور تطبیق معقول و منقول کا خیال اسی نے پیدا کرایا ہے، لیکن ہمارے دوست مذہب کو اسکی زد سے اسلئے محفوظ سمجھتے ہین کہ مادیت کے تمام مسائل اور سائنس کے موجودہ انکشافات بھی معمہ کائنات کی تمام عقدہاے لاینحل کو ابتک نہین کھول سکے ہین، تہ مین اور بھی علل و اسباب ہین جن تک ابتک رسائی نہین ہوئی ہے، خدا، روح، فرشتے، غرض تمام مذہبی معتقدات اسی تہ مین چھپے ہوئے ہین، اور مادی فلسفہ اگر انکا اثبات نہین کرسکا ہے تو انکار بھی نہین کرسکتا، لیکن ہمارے دوست کو غالباً بلکہ یقیناً معلوم ہوگا کہ مذہب بھی اس سرمایۂ محفوظہ تک کسی کی رسائی کو پسند نہین کرسکتا، وہ صرف مظاہر قدرت کی نیرنگیان دکھا کر انسان کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، اور سائنس کے موجودہ انکشافات سے ان مظاہر کی حقیقت اسقدر واضح طور پر معلوم ہوچکی ہے کہ ایک سائنس دان جب مذہب کے اس سادہ استدلال پر نظر ڈالتا ہے تو اسکو بیساختہ ہنسی آجاتی ہے، اور صاف صاف کہدیتا ہے کہ اگر مذہب کی کل کائنات یہی ہے تو سائنس اس سے زیادہ کامیاب ہے جس نے آفتاب و ماہتاب کو اور بھی روشن کردیا ہے،

غرض جہانتک قرآن و حدیث کی تصریحات نے حقائق عالم کے چہرہ سے نقاب اٹھادی ہے سائنس نے اس سے بہت زیادہ گرہ کشائی کرلی ہے، اور اس حیثیت سے وہ بجا طور پر اپنے آپکو مذہب کا کامیاب حریف سمجھ سکتا ہے، اسلئے جو لوگ اس سے مرعوب ہوکر تطبیق معقول و منقول کی کوشش کررہے ہین انکی مرعوبیت بالکل بجا ہے۔

عبدالسلام ندوی

مطبوعاتِ جدیدہ

صبح امید کا قومی نمبر، صبح امید ایک ایسا رسالہ ہے جس نے اپنا نصب العین ملک کی پولیٹکل اور قومی زندگی کی ترقی قرار دیا ہے اور وہ بہت کچھ اسمین کامیاب ہوا ہے، اگرچہ اسکے ہر نمبر مین اس قسم کے مضامین مل سکتے ہین، لیکن جنوری اور فروری سنہ ۱۹۲۰ء مین اُسکے قومی نمبر نے اس مقصد کو اور بھی زیادہ واضح کر دیا ہے، اردو رسائل کی دنیا مین مخصوص نمبرون کے نکالنے کا عام رواج ہوگیا ہے لیکن بہت کم رسائل ایسے ہین جو اسکے اصلی مقصد سے واقف ہون، حجم کی ضخامت، مضامین کی کثرت مشاہیر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چند سطرین ایک رسالہ مین ایسی خصوصیتین پیدا کر دیتی ہین جسکو مخصوص نمبر کا لقب دیدیا جاتا ہے، لیکن ان مضامین کو کسی خاص مقصد سے کوئی تعلق نہین ہوتا،

صبح امید کے قومی نمبر کی اصلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ان تمام خیالات کا ایک مرقع ہے جنکو موجودہ پولیٹکل اور قومی زندگی نے پیدا کیا ہے، موجودہ مسائل مین سب سے اہم مسئلہ، مسئلۂ خلافت ہے جسپر ہندو اور مسلمان دونون متفق ہین، لیکن یہ جوش اتحاد صرف قومی ہے، علمی نہین، یعنی بہت کم لوگ ایسے ہین جنھون نے سلطنت عثمانیہ کے ماضی و مستقبل کے حالات اور دول یورپ کے تعلقات کو پیش نظر رکھکر اسکی مظلومیت پر ترس کھایا ہو، صبح امید کے قومی نمبر مین مولوی ابو الحسنات ندوی نے ابتدا سے لیکر انتہا تک اس سلطنت کی پولیٹکل تاریخ اور مذہبی اہمیت کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، جسکے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ قومی اتحاد کسقدر حقائق تاریخی کے مطابق ہے،

اسکے بعد پنڈت کشن پرشاد کول کا ایک مضمون آزادی کی پہلی منزل کے عنوان سے درج کیا گیا ہے جسمین ان تمام مسائل کی تشریح ہے جو ریفارم اسکیم اور حضور ملک معظم کے فرمان سے پیدا ہوئے ہین،

مسٹر گھوکل تلک نے موجودہ اقتصادی مسائل مین کاغذی سکہ پر ایک عمدہ مضمون لکھا ہے جس سے وہ تمام اقتصادی مسائل حل ہوجاتے ہین جو اس زمانہ مین زر کاغذی کے غیر معمولی رواج سے پیدا ہوگئے ہین، رفتار قوم کے تحت مین ایڈیٹر نے موجودہ واقعات اور کانگرس اور مسلم لیگ کی کاروائیون پر دلچسپ تبصرہ کیا ہے،

اسکے بعد عام دلچسپی کے مضامین ہین اور ان تمام مضامین کی ترتیب سے یہ پرچہ دلچسپ، مفید اور موجودہ حالات کے بالکل مطابق ہوگیا ہے، اور یہی ایک رسالہ کی سب سے بڑی کامیابی ہے، ضخامت ۱۰۰ صفحے سے زاید، قیمت ۱۲ر، مینجر صبح امید، امین الدولہ پارک لکھنؤ سے طلب کیجئے۔

الفوز الکبیر، یعنی نحو میر کا ترجمہ، مترجمہ مولوی احمد علی صاحب، تقطیع کلان، کاغذ سفید، صفحے ۴۴، لکھائی چھپائی متوسط، قیمت فی جلد ۳ر، پتہ: مئوناتھ بھنجن، محلہ قاسم پورہ ضلع اعظم گڈھ۔

اس رسالہ مین مترجم نے سوال وجواب کی صورت مین نحو میر کے مسائل کو سمجھایا ہے، ابتدائی تعلیم کے لئے رسالہ مفید ہے، طرز بیان اور زبان سہل وصاف ہے، گو کہین کہین پیچیدگی رہ گئی ہے، تاہم عام طور پر لڑکون کی سمجھ کے مطابق ہے، تھوڑی توجہ مین وہ اصلی مسائل کو سمجھ سکتے ہین، متعدد مثالین دیگئی ہین، جن سے مسئلہ بہت زیادہ آسان اور قریب الفہم ہوگیا ہے، ضمیمہ مین اسماے عدد اور اُنکے استعمال کا طریقہ بھی درج کیا گیا ہے، آخر رسالہ مین ایک شجرہ نحو یہ بھی ہے جس سے کلمہ کی تقسیم اور اسکی تمام قسمون کی تفصیل بیک نظر معلوم ہوسکتی ہے، کتاب اپنے مقصد کے لحاظ سے مفید وکامیاب ہے،

برکاتِ حکومتِ برطانیہ، مولفہ جناب ادریس احمد صاحب بی، اے، تقطیع چھوٹی، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی متوسط، صفحے ۱۸۲، کتاب مولف موصوف ہڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول بجنور کے پتہ سے مل سکتی ہے،

حسب بیان مولف اس کتاب مین نہایت معتبر و مستند اعداد اور ناقابل تردید واقعات سے دکھایا گیا ہے کہ ہندوستان نے برطانوی حکومت کے دوران مین ہر پہلو سے کسقدر ترقی کی ہے، اور آیندہ گوناگون ترقیون کے اسباب کسدرجہ فراہم ہوگئے ہین،

مولف کی محنت و جستجو قابل داد ہے، بعض عنوانات بڑی جانکاہی سے لکھے گئے ہین، لیکن یہ دیکھکر افسوس ہوتا ہے کہ تصویر کا صرف ایک ہی رخ دکھایا گیا ہے، اور یہ ایک واقعہ نگار کی حیثیت کو بہت کچھ مشتبہ کردینے والی بات ہے، وقایع نگار کا اصلی فرض یہ ہے کہ جس طرح واقعات پیش آتے گئے اور جو کچھ انکے نتائج ظاہر ہوئے بے کم و کاست انکو لکھدے، اسکو اپنی شان کسی کی مدح و ستائش سے بلند تر سمجھنا چاہیئے۔

مولف نے کثرت سے ابواب قائم کئے ہین، مثلاً ہندوستان کی زرعی ترقی، ہندوستان کی بڑھتی دولت، انسداد قحط، پولیس، تعلیم، عدالت، ملک کی حکومت مین اہل ملک کا حصہ، امور رفاہ عام وغیرہ، اور ان مضامین کو لکھکر یہ دکھانیکی کوشش کی ہے کہ ان تمام چیزون مین ہندوستان کا حال ماضی سے بدرجہا بہتر ہے، کوئی واقف حالات شخص اس سے انکار نہین کرسکتا کہ ہندوستان مین برطانوی حکومت کے قیام نے پچھلی حالت کو بہت کچھ بدلا ہے، اور یہ بالکل ناگزیر امر ہے کہ جب کسی ملک مین کوئی نیا تمدن اور نیا طرز حکومت قائم ہو تو اُسکے نئے نئے آثار بھی ظاہر ہون، لیکن یہ دعوی کہ ہر نئے واقعہ کا نتیجہ گذشتہ نتائج سے بہتر ہے، غالباً مضبوط و مستحکم دلائل کا محتاج ہے، جسکی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس کتاب مین نہین ملتے،

باقی رہی یہ بات کہ ان نئے حالات سے ملک و اہل ملک کو فواید حاصل ہوئے یا نقصانات تو اسکی نسبت مولف سے بجز اسکے اور کیا کہا جائے،

بزیر شاخ گل افعی گزیدہ بلبل را   نواگران نخوردہ گزند را چہ خبر

مجلد پنجم | ماہ رجب ۱۳۳۸ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۰ء | عدد چہارم

مضامین